پیامِ عمل

www.khwajalateefansari.com

اور تم میں ایک جماعت ایسی ضرور ہو جو لوگوں کو نیکی کی طرف بلائے۔ اچھی باتوں کا حکم دے اور برائیوں سے روکے (آل عمران)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۵

ماہنامہ "پیامِ عمل" لاہور

جلد ۱۲ محرم ۱۳۸۸ھ شمارہ (۲)
اپریل ۱۹۶۸ء

نگران :-
خواجہ محمد لطیف انصاری
پروفیسر محمد صادق قریشی

مدیر اعزازی :-
وحید الحسن ہاشمی

بدلِ اشتراک

ممبران خصوصی ... ... پانچ روپے سالانہ
معاونین خصوصی .. .. دس روپے سالانہ
مربی ... یکصد روپیہ یکمشت یا کم از کم دس روپے ماہوار
سرپرست۔ پانچسو روپے یکمشت یا کم از کم پچاس روپے ماہوار

فی پرچہ ۲۵ پیسے

یکے از مطبوعات
امامیہ مشن پاکستان ٹرسٹ
پاک نگر اکرم روڈ لاہور

ترتیب

۱۔ اداریہ	معراجِ عمل		۴
۲۔ محفل			۷
۳۔ تفسیر قرآن	سرکار سید العلماء علامہ سید علی نقی صاحب		۸
۴۔ مسائل شریف	"		۱۱
۵۔ عظمت شہادت امام حسینؑ	سید حشمت حسین جعفری ایڈووکیٹ		۱۴
۶۔ مقصد شہادت حسین علیہ السلام	سید نذیر حسین بخاری		۱۷
۷۔ قرآن اور حسینؑ	حکیم سید حیدری القادری		۲۲
۸۔ مقام حسینؑ	(نظم)	ظفر ابن متین	۲۶
۹۔	(")	غلام شبیر شاہد	۲۷
۱۰۔ سلام	(")	علامہ نجم آفندی	۲۸
۱۱۔ المیہ عظیمہ کربلا کی یادگاریں	سید رضا قاسم مختار		۲۹
۱۲۔ قومیات			۳۴

★

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اداریہ

معراجِ عمل

خداوند کریم نے انسان کو اشرف المخلوقات بنا کر پیدا کیا۔ اور اس کی نشو و نما کے لئے اس حسین دنیا میں ایسے مادی ذرائع پیدا کر دیئے۔ جن کی مدد سے وہ اپنے اعمال کو سنوارے۔ اور دنیا سے معصیت اور تاریکی کو ختم کر دے لیکن انسان نے اپنی غلط انداز پالیسی سے اس دنیا کو جہنم کا نمونہ بنا دیا اور ایسے ایسے کام کئے۔ جن کی وجہ سے قیامت تک دامن انسانیت پر ایسا دھبہ آگیا۔ جسے کسی حالت میں دھویا نہیں جا سکتا۔ کربلا کا غم انگیز اور درد انگیز واقعہ اس کی بین مثال ہے۔

کربلا کا واقعہ توحید کی راہ میں سرفروشی کا بہترین مظاہرہ ہے۔ یزید نے جس ماحول میں تربیت پائی۔ اس کا تقاضا تھا کہ وہ اپنے مقابلے میں کسی کو نہ دیکھ سکتا فسق و فجور کا تربیت یافتہ یزید فسق و فجور کی دنیا کا رسیا تھا۔ وہ شراب و کباب کو ارکان دین میں شمار کرانا چاہتا تھا۔ اپنی مخالفت کا تصور اس کے نزدیک حرام تھا۔ ایسی صورت میں امام حسین کے لئے یہ ضروری تھا۔ کہ وہ خدا کے دین کو بچانے کے لئے اپنے سر دھڑ کی بازی لگا دیں۔

امام حسینؑ انسانیت کی اعلیٰ منزل پر فائز تھے۔ وہ انسانی شرف سے واقف تھے۔ ان کے سامنے کوئی مادی مقصد یا کوئی دنیاوی لائحہ عمل نہ تھا۔ ان کی شہادت کا مقصد ایک ایسے نظام فکر کی ترتیب و تدوین تھی جو رسول اسلام کی تعلیمات کا عملی نمونہ ہو۔

امام حسین کے اس نظام فکر میں سب سے پہلی بات تو یہ ہے کہ انسان کو حق کی خاطر اپنی عزیز ترین متاع عزیز نہیں رکھنی چاہیئے۔ حق پر آنچ آنے سے پہلے ایک مسلمان کو اصول پر قربان ہو جانا چاہیئے۔ دنیا میں ایسے لوگ آتے رہیں گے۔ جو حق کے اقدار کو پامال کریں گے جو باطل کو سربلند کرنے کے لئے ہر ممکن طریقے اختیار کریں گے۔ ایسے سیاہ کاروں کے لئے ایک ایسا لائحہ عمل بنانا ضروری تھا جس پر عمل کر کے حق کو حق اور باطل کو باطل کہا جا سکے۔ معاویہ نے اموی حکومت کے بیس سالہ دور میں جو حالات پیدا کر دیئے تھے امام حسین ان سے بخوبی واقف تھے۔ انہیں یزید کی کمینگی اور ریشہ دوانیوں کی اتنی فکر نہ تھی جتنی اس بات کی کہ خدا کا دین مٹتا جا رہا ہے۔ اگر یزید یزید ہوتا تو حالات اور واقعات کی نوعیت کچھ اور ہوتی۔ لیکن اس نے تو اسلامی خلافت کا لبادہ پہن کر عوام کو گمراہ کرنا شروع کر دیا تھا۔ اور علی الاعلان اسلام دشمنی کی فضا کو ہموار کر رہا تھا۔ ایسے حالات میں امام حسینؑ کا اقدام ہمیں ظلم کے خلاف انقلابی جرأت کا پیغام دیتا ہے۔

امام حسینؑ کا یہ اقدام ہمیں بتلاتا ہے۔ کہ ظالم طاقتوں کے خلاف احتجاج کا طریقہ کیا ہو۔ اسی

www.khwajalateefansari.com

سے اسلام سرخرو ہوتا ہے۔ اور اسی سے اسلام دشمنی کی بیخ کنی ہوتی ہے۔

آج ہم جس نازک دَور سے گزر رہے ہیں۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اپنے اعمال و افعال کا جائزہ لیں۔ اور سیرت حسینی کے آئینے میں اپنے عمل کو استوار کریں۔ اصول پر قربانی کبھی رائیگاں نہیں جاتی۔ لیکن فقط نعرہ بازی اور چلّانے سے مقاصد حاصل نہیں ہوتے۔ خدا کا شکر ہے کہ ہمارا مقصد نیک ہے۔ ہم جس مشن کی تکمیل کے لئے اُٹھے ہیں۔ وہ وہی ہے۔ جس کی ابتدا پیغمبرِ اسلام نے کی تھی۔ ہمیں اس بات کا خاص خیال رکھنا چاہیئے کہ ہم کوئی ایسی غلطی نہ کریں۔ جس سے ہمارے مشن پر آنچ آئے۔ اگر ہم حق و صداقت کا علم لے کر گمراہیوں اور تاریکیوں کا مقابلہ کریں تو دشمن خود بخود سپر انداختہ ہو جائیں گے اور ظلمت کے بادل خود بخود چھٹ جائیں گے۔

شیعہ قوم اور ریڈیو پاکستان:۔

سال گذشتہ انہیں کالموں میں ہم نے تحریر کیا تھا کہ ریڈیو پاکستان نے ماہ محرم کے پروگرام میں جن تبدیلیوں کا آغاز کیا تھا۔ وہ شیعہ قوم کے مزاج کے بالکل خلاف تھا۔ ہم نے یہ تحریر کیا تھا کہ روز عاشورہ جبکہ جمیع مسلمانان اپنے رسول کے نواسے کی شہادت پر آنسو بہا رہے تھے۔ ریڈیو پاکستان گانے نشر کر رہا تھا۔

قیام پاکستان کے بعد ایام محرم میں دس روز تک موسیقی کے پروگرام ختم کر دیئے جاتے تھے اور اہلبیت علیہم السلام کے فضائل و مصائب بیان ہوتے تھے لیکن سال گزشتہ سے یہ مذموم رسم نکلی ہے۔ کہ ایام محرم میں موسیقی کے پروگرام شامل کر دیئے گئے ہیں اس سال بھی جو پروگرام ترتیب دیا گیا ہے۔ اس میں کم از کم کسی شیعہ جماعت کا تعاون حاصل نہیں کیا گیا اس لئے اُمید ہے کہ اس بار بھی ہمیں عشرہ کے دن موسیقی کے پروگرام سے نوازا جائے گا۔ سوال یہ ہے کہ کیا شیعہ پاکستان کے باشندے نہیں ہیں؟ کیا شیعہ انکم ٹیکس ادا نہیں کرتے کیا شیعوں کو مسلمان نہیں سمجھا جاتا؟ کیا شیعوں کو حکومت اور اس کی مشینری میں کوئی مقام حاصل نہیں ہے؟ اگر ان سوالات کے جوابات اثبات میں ہیں۔ تو ریڈیو پاکستان شیعوں کے ساتھ یہ تمسخر کیوں کر رہا ہے۔

پاکستان کے سکھوں کے لئے جو پروگرام نشر ہوتا ہے اس میں سکھ ازم کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔ پاکستان کے ہندوؤں اور عیسائیوں کے لئے جو پروگرام بنایا جاتا ہے۔ اس میں ان مذاہب کا خاص خیال رکھا جاتا ہے۔ فوج والوں اور دیہاتیوں کے لئے جو پروگرام وضع کیا جاتا ہے۔ ان میں بھی وہی مسائل پیش کئے جاتے ہیں جن کا تعلق اس درجہ معاشرہ سے ہے۔ آخر شیعوں نے کون سا گناہ کیا ہے۔ کہ روزانہ ان کے لئے کوئی ایسا پروگرام پیش نہیں کیا جاتا جس سے ان کی پیاس بجھے آخر ان کے عقائد اور ان کی رسوم کا ذکر کیوں نہیں کیا جاتا۔

ہر ہفتے کئی بار قوالی کا تذکرہ تو کیا جاتا ہے۔ آخر یہ کس کی تسکین قلب کے لئے۔ صحابہ اور دیگر اولیاء اللہ کے عرس کی کیفیات کا آنکھوں دیکھا حال نشر کیا جاتا ہے۔ آخر یہ کن لوگوں کی تالیف قلوب کے لئے اسی طرح شیعہ بھی اسی ملک کے باشندے ہیں ان کے کچھ عقائد اور کچھ اعمال ہیں۔ ان کی بھی کچھ رسمیں ہیں۔ ان کی بھی ایک خاص ثقافت ہے۔ اس کا تذکرہ کیوں نہیں کیا جاتا۔ اسی ملک میں ہر روز مرثیہ خوانی۔ نوحہ خوانی، سلام خوانی اور حدیث خوانی کی مجلسیں ہوتی ہیں۔ ان کا تذکرہ ریڈیو پاکستان کیوں نہیں کرتا۔ کیا یہ بات درست نہیں کہ لاہور کا ریڈیو اسٹیشن ایسے حضرات کی پالیسی پر گامزن ہے جو ایک خاص طبقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ اسے اہلبیت اور مسلک اہلبیت سے کوئی لگاؤ نہیں وہ فقط ایک ہی آنکھ رکھتا ہے۔ اور ایک ہی مذہب کا پروپیگنڈا کرتا رہتا ہے۔

ہم حکومت سے پُرزور الفاظ میں درخواست کرتے ہیں کہ ہمیں ریڈیو سے جو شکایت ہے۔ اس کا سدِ باب کرے۔ ورنہ شیعہ یہ سمجھنے پر مجبور ہوں گے کہ حکومت بھی اس متعصبانہ عمل میں شریک ہے۔

ببیں تفاوتِ رہ ......

لاہور کے مقتدر اخباروں میں یہ خبر جلی حروف میں شائع ہوئی ہے کہ کینرڈ کالج لاہور کی طالبات کی ایک ہاکی ٹیم بھارت اس لئے بھیجی گئی ہے۔ کہ وہ عید الاضحیٰ کے مبارک و مسعود موقع پر اپنے فن کا مظاہرہ کریں۔ خبر میں اس بات کی بھی نشاندہی کی گئی ہے۔ کہ اس ٹیم میں دس مسلمان طالبات بھی ہیں۔ جن کا تماشا دہلی کے ہزاروں افراد نے کامل صبر و سکون کے ساتھ دیکھا۔

ہم اس سے قبل بھی انہیں کالموں میں یہ تحریر کر چکے ہیں۔ کہ پاکستان میں ایک ایسا طبقہ بھی موجود ہے۔ جو اسلامی ثقافت کی آڑ میں اسلامی ناچ اور اسلامی گانوں کو فروغ دینا چاہتا ہے۔

آج بھی پاکستان میں سینکڑوں ایسے زائرین ملیں گے جن کے پاسپورٹ حکومت نے یہ کہہ کر واپس کر دیئے کہ حکومت کے پاس زرِ مبادلہ نہیں ان زائرین کا بظاہر گناہ یہ تھا کہ یہ سید الشہداء امام حسین کی قبر مبارک کی زیارت کے لئے عراق جانا چاہتے تھے۔ لیکن ان حضرات کی درخواستوں کو رد کر کے دخترانِ پاکستان کو بھارت میں لہو و لعب کے لئے بھیجنا اسلامی آئین کی کس دفعہ کے تحت جائز قرار دیا گیا ہے۔ بھارت میں ایسے اولیاء اللہ بھی ہیں۔ جن کے عرس میں شرکت کرنے پر پابندی لگا دی گئی۔ کیونکہ اس اقدام سے پاکستان کی بہت سی رقم بھارت کو بھیجنی پڑتی تھی۔ لیکن ان زائرین کی درخواستوں کو رد کر دیا اور مسلمان بچیوں کو بھارت بھیجنا اور ان کے جسموں کا مظاہرہ کرانا آخر کہاں کی عقلمندی ہے۔ کیا اس عمل سے پاکستانیوں کی غیرت کو کوئی دھچکا نہیں لگا۔ کیا اسلام نے دخترانِ اسلام کو یہ اجازت دی ہے کہ وہ ایک لادینی سلطنت میں جا کر لاکھوں تماشائیوں کے ہجوم میں اس طرح اپنی بے غیرتی کا مظاہرہ

کریں۔ اگر ایسا نہیں ہے۔ تو ان افراد سے باز پرس کرنی چاہیئے۔ جنہوں نے اس پروگرام کو تشکیل کر کے کروڑوں پاکستانیوں کا دل دکھایا ہے۔ یاد رکھئے قومیں ضبط نفس، اعلیٰ کردار اور مذہبی غیرت سے سرخرو ہوتی ہیں اس قسم کے فریب سے السلام تو اسلام الشان کا بھی وقار مجروح ہو جاتا ہے۔

ابھی گزشتہ ماہ کی بات ہے کہ پاکستان کی چند بیٹیاں لینن گراڈ (روس) میں اپنے رقص و سرود سے اہل روس کا دل گرما چکی ہیں۔ اور وہاں کی پارلیمنٹ کے ایک ممبر نے بجائے اس کے کہ وہ اسلامی ثقافت کی داد دیتا یہ کہکر ہمارا دل خوش کیا کہ پاکستانی اپنے رقص و سرود کا بہترین مظاہرہ کرتے ہیں۔

ہم حکومت سے یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ کیا پاکستان اسی غرض کے لئے بنایا گیا تھا۔ کہ یہاں کی بہو بیٹیاں دوسرے ممالک میں جاکر اپنے بدن کا مظاہرہ کریں اور ہماری غیرت سوتی رہے۔

امامیہ مشن پاکستان کے مینجنگ ٹرسٹی الحاج خواجہ حبیب علی صاحب مدظلہٗ کو صدمہ

۱۳ مارچ کو بمبئی میں خواجہ اظہر عباس بعارضہ قلب انتقال فرما گئے۔

اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

مرحوم خواجہ حبیب علی صاحب کے عم زاد اور قوم کے راہنما اور تعلیمات کے ماہر خواجہ غلام السیدین کے بھائی تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے۔ اور قوم کے اس مایہ ناز خاندان کے متعلقین کو اس صدمہ پر صبر عطا فرمائے۔

قارئین سے استدعا ہے کہ سورۂ فاتحہ کی تلاوت برائے ایصال ثواب فرمائیں۔

(ناظم دفتر امامیہ مشن پاکستان ٹرسٹ)

نشانِ عزا

جدید نوحوں کا مجموعہ

مصنفہ

محترمہ منورہ سلطانہ لکھنوی

(برائے امداد امامیہ مشن پاکستان)

مرتبہ

انجمن شعرائے اہلبیت پاکستان لاہور

یہ نوحے اپنی ادبی شان اور عزائی حیثیت کے لئے اپنا جواب نہیں رکھتے۔ ان میں درد و کرب اور سوز و گداز کوٹ کوٹ کر بھرا ہے۔ نوحہ خوانی کی انجمنوں کے لئے ایک نایاب کتاب ہے۔

ہدیہ ایک روپیہ صفحات ۱۰۰

ملنے کا پتہ

مکتبہ امامیہ مشن اکرم روڈ پاک نگر۔ لاہور

محفل

مکرمی تسلیم

سلام مسنون! عرض یہ ہے کہ جناب کا ماہنامہ "پیام عمل" مجھے بھی دیکھنے کا موقع ملا۔ پڑھ کر مسرت ہوئی حقیقت میں یہ پیام عمل، اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ کیوں نہ ہو یہ عالم جلیل کی طرف منسوب ہے۔ میرے یہاں ہر آئمہ کی شہادت اور ولادت موقع پر سلام اور قصیدہ مصرع طرح بھی ہوتا رہتا ہے۔ انشاء اللہ وقتاً فوقتاً جناب کی خدمت میں بغرض شائع ہونے روانہ کرتا رہوں گا۔ میرے لائق جو خدمت ہو میں حاضر ہوں کیونکہ یہ ادارہ اپنا اسلامی ہے۔ فقط

(محسن زیدی)

برادرم وعلیکم السلام!

آپ کی پسندیدگی کا شکریہ۔ پیام عمل ہر ممکن کوشش کرتا ہے۔ کہ وہ نایاب اور عمدہ مضامین سے متزین ہو۔ آپ کا کلام ہر ممکن طریق پر شائع کرنے کی کوشش کی جائیگی۔

(مدیر)

محترمی تسلیم!

خوش قسمت ہیں وہ حضرات جو آپ کی قلمی معاونت بلا حصول معاوضہ فرما رہے ہیں۔ اور آئندہ بھی ایسا کرنے کے متمنی ہیں۔ خداوند کریم ان کی یہ بے لوث خدمت قبول فرمائے۔

ملازم حسین جعفری

مکرمی تسلیم!

آپ کی نیک خواہشات کا شکریہ۔ واقعی ہم اپنے معاونین کے بے حد شکر گزار ہیں جو باوجود عدیم الفرصتی کے ہمیں اپنی نگارشات سے نوازتے رہتے ہیں۔ خدا انہیں جزائے خیر دے۔

(مدیر)

جناب ایڈیٹر صاحب سلام مسنون۔

دیگر رسالوں کی طرح آپ بھی ایک عرصے سے ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے خلاف لکھ رہے ہیں۔ ریڈیو والے جس قسم کی ثقافت منظر عام پر لانا چاہتے ہیں۔ اس کا اسلام سے دُور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ افسوس تو اس بات کا ہے کہ حکومت کے کرتا دھرتا افسران اعلیٰ یہی سوچتے ہیں کہ جس کا کھائیں گے اسی کا گائیں گے ان آرٹسٹوں اور نام نہاد فن کاروں میں ایسے حضرات بھی ہیں جنہیں پاکستان کی وجہ سے عہدہ جلیلہ نصیب ہوئے۔ چونکہ یہ حضرات ہندوؤں کے ماتحت کام کر چکے ہیں۔ اس لئے ان کے دل و دماغ میں وہی ہندوستانی موسیقی اور ہندی تہذیب کے اثرات گردش کر رہے ہیں۔ اب ان میں اتنی سکت ہی نہیں کہ وہ مسلمان تہذیب اور اسلامی فنون کو رواج دیں۔ ریڈیو کے روزانہ پروگرام سے یہ امر واضح ہوتا ہے۔ کہ پاکستان میں ایک طبقہ ایسا موجود ہے۔ جو مسلمان بچوں اور بچیوں کو شدھی کر رہا ہے۔ خدا آپ کو سلامت رکھے کہ آپ اس پُر آشوب دور میں دین

سرکار سید العلماء علامہ علی نقی النقوی مدظلہ العالی

تفسیر قرآن (آیت ۱۰۵)

مَا يَوَدُّ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ وَلَا الْمُشْرِكِينَ أَنْ يُنَزَّلَ عَلَيْكُمْ مِنْ خَيْرٍ مِنْ رَبِّكُمْ ط وَاللَّهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهِ مَنْ يَشَاءُ ط وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ (۱۰۵)

جو کافر ہیں اہل کتاب میں ہوں یا مشرکین میں وہ نہیں پسند کرتے کہ تمہارے لئے تمہارے پروردگار کی طرف سے کوئی بھلائی کی صورت ہو۔ حالانکہ اللہ جسے چاہتا ہے۔ اپنی رحمت سے مخصوص کر لیتا ہے۔ اور اللہ بڑے فضل و کرم والا ہے۔"

کافر یعنی رسالت حضرت محمد مصطفےٰ ص کے منکر دو قسم کے تھے۔ ایک اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ اور دوسرے مشرک یعنی بت پرست ان دونوں کو اصولاً نبوت و رسالت سے کوئی اختلاف نہ تھا۔ مگر وہ کہتے تھے کہ آخر یہ رسالت ان کے لئے کیوں تسلیم کی جائے۔

اہل کتاب تو اس بنا پر اسے ناپسند کرتے تھے کہ وہ حضرت ابراہیمؑ کی بیاہتا بیوی یعنی جناب سارہ کی نسل آل اسحٰق سے تھے اور پیغمبر اسلام دوسری بیوی جناب ہاجرہ کی نسل آل اسمٰعیل سے۔ وہ کہتے تھے کہ نبوت اولاد اسحٰق کو چھوڑ کر اولاد اسمٰعیل میں کیونکر جا سکتی ہے۔ اور مشرکین اس بنا پر اسے ناپسند کرتے تھے۔ کہ ان میں بڑے بڑے صاحبان دولت و وجاہت موجود تھے وہ کہتے تھے کہ ان کو چھوڑ کر یہ رسالت "یتیم عبداللہ" کو کس طرح مل گئی۔ چنانچہ ایک جگہ ان کی زبانی قرآن میں آیا ہے: لولا نزل هذا القرآن على رجل من القريتين عظيم (زخرف ۳۱) یعنی یہ قرآن مکہ اور مدینہ کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہ اتارا گیا؟

مذکورہ آیت میں انہی دونوں گروہوں کے ان خیالات کا اظہار کرتے ہوئے ان کا جواب دیا گیا ہے کہ اللہ کی رحمت نہ خاندانی امتیاز کو دیکھتی ہے۔ اور نہ دولت اور ظاہری وجاہت کو۔ وہ کمال صفات کو دیکھتی ہے۔ اور جس میں یہ خصوصیت ہوتی ہے۔ اسے خدا رسالت کے لئے منتخب فرما لیتا ہے۔[1]

اسی کو دوسری جگہ قرآن نے ان لفظوں میں کہا ہے کہ:-

الله اعلم حيث يجعل رسالته (انعام ۱۲۵)

[1] روی عن امیر المومنین ع و عن ابی جعفر لبا قر ع ان المراد برحمته ھھنا النبوۃ (طبرسی)

"اللہ خوب جانتا ہے کہ اُسے اپنی رسالت کسے دینا چاہیئے" کسی دوسرے کا اس میں کیا اجارہ ہے!

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ط اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (۱۰۶)

"جس آیت کو ہم منسوخ کر دیتے ہیں، یا وہ بھلا دی جاتی ہے۔ تو ہم اُس سے بہتر یا اُس کے مثل دوسری نازل کر دیتے ہیں، کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ ہر بات پہ قادر ہے۔"

یہود و نصاریٰ کے رسالت خاتم النبیین پر جو اعتراضات تھے۔ ان میں سے ایک یہ تھا کہ یہ کیونکر ممکن ہے کہ خالق خود اپنی سابق کتاب اور شریعت کو منسوخ کر دے؟ کیا اُس کے احکام میں غلطی کا امکان ہے؟ کیا اس کی رائے میں تبدیلی ہوتی ہے اور کیا وہ اپنے کیے پر پشیمان ہوتا ہے؟ ان توہمات کی بنا پر وہ نسخ احکام کو شان الٰہی کے خلاف سمجھتے تھے اور تعجب ہے کہ ان ہی دلائل سے مسلمانوں کا ایک گروہ تقدیرات الٰہیہ میں بدا کا انکار کرتا ہے۔ اسی آیت میں اُنہی کے اس اعتراض کا جواب ہے اور بتایا گیا ہے کہ دوسری شریعت اور کتاب کی ضرورت دو وجہوں سے پڑا کرتی ہے۔ ایک تو یہ کہ حالات اور مصالح کی تبدیلی کی وجہ سے اب پہلے احکام اُتنے مناسب نہیں رہے ہیں جتنے کہ یہ دوسرے احکام، اس لئے خالق حکیم ظرف زمان کی مطابقت سے اب زیادہ مناسب احکام نافذ کرتا ہے اور دوسری صورت یہ ہے کہ پہلے قانون کو دنیا والوں نے تصرف و تحریف کر کے بالکل نسیاً منسیاً کر دیا ہے۔ اس لئے جدید شریعت اور کتاب میں اُس حکم کی تجدید کی گئی ہے۔ جو بحیثیت اصلاح خلق ویسے ہی مضمون پر مشتمل ہے۔ جو اُس نسیان شدہ حکم کا تھا۔

یہ تصرف و تحریف کر کے بھلانا اصل میں تو فعل انسانوں کا ہے۔ مگر چونکہ کائنات کا ہر واقعہ تحت قدرت الٰہی ہے۔ اور شرائط و اسباب کی فراہمی اور موانع کے فقدان کی باگیں اللہ کے ہاتھ میں ہیں۔ اس لئے اُن نتائج کو جو انسانی افعال پر بھی مرتب ہوتے ہیں، کبھی خالق کی طرف منسوب کر دیا جاتا ہے۔ نسیاً منسیاً کر دینے کی نسبت خالق کی طرف جو نُنْسِهَا کے تحت اللفظی ترجمہ سے سمجھ میں آسکتی ہے۔ اسی اعتبار سے ہے[1]

یا وجود حالات کی تبدیلی کے پہلے حکم کو خالق جب ہی باقی رکھتا جبکہ وہ زیادہ مناسب قانون کے اجراء پر قادر نہ ہوتا اور دنیا کے کسی حکم کو بالکل زینت طاق نسیان بنا دینے کے بعد وہ اُس کا کچھ تدارک نہ کر سکتا اور پھر وہ اپنے نبی کو مبعوث کر کے ویسے ہی حکم کو دوبارہ نازل کرنے پر قادر نہ ہوتا۔ مگر یہ تو سب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ اللہ ہر بات پر قادر ہے۔ پھر وہ اپنی حکمت کے مقتضیٰ پر عمل کو کس لئے ترک کرے؟

---

[1] نسب الانساء الی اللہ مجازاً کما نسب الاضلال باعتبار تمرد المنتسبین الی کتابہ (بلاغی)

باقی آئندہ

ازافادات سرکار سید العلماء مولانا سید علی نقوی زاد لطفکم

مسائل شریعت

(سوالات سید اختر حسین صاحب گنگھٹیا سغا ڈریم ضلع نینی تال)

۱- یہاں ہر چیز غیر مسلمین کے ہاتھوں ملتی ہے۔ کھانا اور پانی بحالت مجبوری استعمال کرنا پڑتا ہے۔ یہ کہاں تک درست ہے؟

(الجواب) آپ اضطراری عالم میں ہیں۔ ایسی صورت میں جس طرح ممکن ہو۔ زندگی گزاریئے۔

۲- غسل واجب بھی انہی لوگوں کے ہاتھوں کے پانی سے کرنا پڑتا ہے۔ کہاں تک درست ہے؟ یا دوسری امکانی صورت کیا ہو سکتی ہے؟

(الجواب) نل تو موجود ہوگا۔ اوقات نماز میں ضروری طہارت کر کے نماز کی پابندی کیجئے۔ اگر نل سے غسل ممکن نہ ہو تو تیمم بدل غسل کیجئے۔ مگر نجس پانی سے غسل کسی طرح صحیح نہیں ہو سکتا۔

۳- وضو بھی اسی پانی سے کرتا ہوں۔ ہاتھ اور منہ تولئے سے خشک کر لیتا ہوں۔ نماز پڑھتا ہوں۔ سجدہ گاہ خاک شفا اور تسبیح کا استعمال اور ادعیہ کی عبارت کا ہاتھ سے مس کرنا کہاں تک درست ہے؟ دوسری امکانی صورت کیا ہو سکتی ہے؟

(الجواب) وضو بھی نجس پانی سے درست نہیں۔ اگر طاہر پانی دستیاب نہ ہو تو تیمم کرنا چاہیئے۔ امکانی طہارت کے بعد سجدہ گاہ وغیرہ کا استعمال درست ہو گا۔ لیکن اگر ہاتھ نجس ہو تو سجدہ گاہ وغیرہ کو مس نہ کرے بلکہ اس حالت میں پتے یا لکڑی یا چٹائی وغیرہ پر سجدہ کرنا بہتر ہے۔

۷- ج ۲ سنہ ۱۳۷۸ھ

(سوال سید منظر عباس صاحب رضوی۔ منڈل)

میں اس وقت جہاں پر ہوں۔ وہاں کوئی مسلمان ملازم امور خانہ داری کے انجام دینے کے لئے نہیں ملتا۔ میں تنہا ہوں۔ کپڑے دھونا وغیرہ سب غیر مسلم ملازم سے کرا لیا جاتا ہے۔ کپڑا وغیرہ پھر سے غوطہ کر لیا جاتا ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ کھانے پکانے کے برتن بھی غیر مسلم ملازم سے ان کی کثافت دور کرانے کے لئے منجوائے جا سکتے ہیں یا نہیں جبکہ منجنے کے بعد وہ چکنائی وغیرہ سے صاف ہو چکے ہوں ان کو آب جاری میں طاہر کر کے استعمال کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

(الجواب) برتن مانجے جانے کے بعد جب طاہر کر لئے جاتے ہیں اور پھر استعمال ہوتے ہیں تو صورت مذکورہ میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ ۳ محرم سنہ ۱۳۷۹ھ

سائل خیرات حسن صاحب اترائون ضلع الہ آباد۔

۱- خارجی۔ ناصبی۔ وہابی کسے کہتے ہیں؟ ان کی تعریف واضح طور پر ارشاد ہو۔

(الجواب) اصطلاحی طور پر خارجی وہ گروہ ہے جو نہروان میں حضرت علیؓ سے برسرِ جنگ ہوا تھا۔ اور ان کا اصول مذہب ہے۔ موالاۃ ابوبکر و عمر اور عداوتِ عثمان و حضرت علیؑ۔ اب اس مذہب کے لوگوں کو اباضی کہا جاتا ہے۔ اور یہ مسقط اور زنگبار وغیرہ میں پائے جاتے ہیں۔

ناصبی وہ ہیں جو علانیہ افراد اہلِ بیت معصومینؑ سے دشمنی کریں۔

وہابی وہ افراد ہیں جو ابن عبدالوہاب نجدی کے پیرو ہیں۔ ان کا مذہب یہ ہے کہ اولیاء اللہ سے توسل اور قبور شہداء وغیرہ کی تعظیم و تکریم شرک میں داخل ہے۔

۲۔ خارجی، ناصبی اور وہابی کے ہاتھ کا ذبیحہ اور دیگر مس شدہ بہ رطوبت چیزیں کھانا جائز ہے یا نہیں؟

(الجواب) خوارج اور نواصب کے ہاتھ کا ذبیحہ درست درست نہیں ہے۔ مگر وہابی جو عداوت اہلِ بیتؑ کا اظہار نہ کریں۔ اُن کے ہاتھ کا ذبیحہ درست ہے۔

(۳) موجودہ دور میں حنفی سنیوں میں دو گروہ ہو گئے ہیں۔ ایک دیوبندی، یہ لوگ اپنے کو حنفی کہتے ہیں۔ لیکن دوسرے گروہ والے ان کو وہابی کہتے ہیں۔ یہ لوگ وہابی ہونے سے انکار کرتے ہیں۔ بلکہ چڑھتے اور بُرا مانتے ہیں۔ دوسرے گروہ والے رضائی کہلاتے ہیں۔ اُس گروہ والے ان کو بدعتی کہتے ہیں۔ اور یہ لوگ بدعتی ہونے سے انکار کرتے ہیں۔ بلکہ چڑھتے اور بُرا مانتے ہیں۔ یہ دونوں مسلمان ہیں یا نہیں۔ یا ان میں سے کسی پر یا دونوں پر خارجی، ناصبی یا وہابی کا اطلاق ہوتا ہے؟

(الجواب) یہ سب مسلمان ہیں جب تک کہ کوئی شخص ایسا نہ ہو جس سے (نعوذ باللہ) عداوت اہلِ بیت علیہم السلام ظاہر ہو۔

(۴) جو لوگ تعزیہ داری کو بدعت کہتے ہیں۔ تعزیہ دیکھنا گناہ سمجھتے ہیں اور تعزیہ داری کرنے، جلوس تعزیہ و مجلس میں شرکت سے خود گریز کرتے ہیں۔ اور دوسروں کو بھی منع کرتے ہیں۔ اور اس کے ساعی رہا کرتے ہیں کہ تعزیہ داری ختم ہو جائے یہ لوگ مسلمان کہے جا سکتے ہیں یا وہابی، خارجی یا ناصبی یا کیا؟

(الجواب) دائرہ اسلام سے اُس وقت تک خارج نہیں سمجھا جا سکتا جب تک کہ عداوت اہلِ بیت کا اظہار نہ ہو۔ اس صورت میں اُسے ناصبی کہا جائیگا۔ مانعین تعزیہ داری عموماً وہ سُنی ہوتے ہیں جنہیں عرف عام میں وہابی کہا جاتا ہے۔

(۵) موجودہ دور کی شائع شدہ کتاب "خلافت معاویہ و یزید" کے مندرجات کو صحیح سمجھنے والا مسلمان ہے یا ناصبی۔ خارجی، وہابی یا کیا سمجھا جائے؟

(الجواب) کتاب مذکور کے بعض مندرجات ناصبیت کا اظہار کرتے ہیں اور جو شخص ان چیزوں کی جو تنقیص اہلبیت کا ارادۃً پتہ دیتی ہیں۔ اسی صورت سے حمایت کرے۔ وہ بھی بظاہر نواصب میں داخل ہوگا۔

(۶) خلفائے ثلثہ وغیرہ کو حضرات دوازدہ ائمہ کرام علیہم السلام سے افضل سمجھنے والا اور ان لوگوں کو اپنا ہادی و رہبر اور اپنے کو ان کا مقلد کہنے اور سمجھنے والا اور ان کو صحیح خلیفہ و جانشین رسول ماننے والا مسلمان ہے یا نہیں یا ناصبی، خارجی، وہابی ہے یا کیا ہے؟

(الجواب) یہ عموماً اہلِ سنت کا عقیدہ ہے۔ اور جب تک کسی شخص سے عداوت اہلِ بیت کا اظہار نہ ہو۔ انہیں

مسلمان سمجھا جائے گا۔ بے شک جو عداوت کا اظہار کرنے والا ہو۔ وہ ناصبی قرار پائے گا۔

(۷) اصول دین میں دو یعنی امامت اور عدل پر ایمان نہ رکھنے والا مسلمان ہے یا نہیں یا کیا ہے؟

(الجواب) وہ فرقہ اہل سنت میں داخل ہے جو فرق اسلامیہ میں سے ایک ہے۔ ۹ ماہ صیام ۱۳۸۱ھ

(سوال مولوی سید محمد صادق صاحب نصیر آباد ضلع رائے بریلی)

صابن نجس ہو جائے تو کیا اُس کو لوٹے سے پاک کیا جا سکتا ہے؟

(الجواب) نہیں۔ آب کثیر یا آبِ جاری میں پاک ہو سکتا ہے۔

(سوال میرزا منظور حسین صاحب ہمیرپور)

سونے اور چاندی کے برتن سے وضو کرنا کیسا ہے؟

(الجواب) ناجائز ہے ۱۳ رجب ۱۳۷۵ھ

(سوال آیۂ وضو میں ارجلکم بفتح اللام ہے تمام قرآنوں میں یہی قرأت ہے کیا اس سے غسل رجلین نہیں ثابت ہوتا؟

(الجواب) قراءت معتبرہ اَرْجُلِکُمْ بکسر اللام ہے۔ اور ارجلکم بفتح اللام سے بھی غسل رجلین ثابت نہیں ہوتا بلکہ اس صورت میں بھی عطف علی المحل کے طور پر مسح ہی ثابت ہے جیسا کہ فخر الدین رازی نے تحریر کیا ہے۔

(سوال پرند یا چرند کی لاش مس ہو جانے سے غسل مس میت کرنا لازم ہے یا نہیں؟

(الجواب) نہیں۔ لازم نہیں ہے۔ ۲۷ ج ۲ ۱۳۷۶ھ

(سوال۔ سید مہدی نقوی طبیہ کالج علی گڑھ)

میں ایک طب کا طالب علم ہوں۔ مجھے مُردوں سے اور مُردوں کی ہڈیوں سے مستقل طور پر کام پڑتا ہے۔ روزانہ نہانا مشکل ہے۔ لہٰذا یہ مسئلہ ہے کہ غسل مس میت صرف مُردوں کو مس کرنے کے بعد واجب ہے؟

(الجواب) ہڈیوں کو مس کرنے کے بعد بھی غسل میت لازم ہوگا۔ ۲۲ شعبان ۱۳۷۸ھ

سوال سید اقرار حسین صاحب پیشماز ضلع سرگودھا۔

ایک شخص غسل جنابت پر قادر نہیں ہے۔ لیکن وضو پر قادر ہے۔ نماز کے لئے کیا کرے؟ کیا ہر نماز کے وقت تیمم بدل غسل کر کے نماز پڑھتا رہے یا بدل غسل تیمم میں ایک پہلا ہی کافی ہے۔ بعد میں وضو کر کے نماز پڑھتا رہے۔

(الجواب) پہلی مرتبہ تیمم بدل غسل کر لیا تو اب جب تک وہ عذر دور نہ ہو یا از سر نو جنابت پیدا نہ ہو اُس وقت تک نمازوں کے لئے وضو کرتا رہے۔ مگر یہ مسئلہ اختلافی ہے اس لئے اگر وہ شخص کسی اور مجتہد کا مقلد ہو تو اس بارے میں اُس سے دریافت کرنا چاہیے۔ ۷ ماہ صیام ۱۳۸۷ھ

بقیہ محفل صہ سے آگے

کی خدمت کر رہے ہیں۔ (شمیم حیدر۔ کراچی)

جناب شمیم صاحب تسلیم

آپ نے جس درد کو محسوس کیا ہے۔ اس کی چبھن ہر پاکستانی کے دل میں موجود ہے۔ پیام عمل اپنا حق ادا کر رہا ہے اور انشاء اللہ کرتا رہے گا۔ آپ کی دعاؤں کا شکریہ (مدیر)

سید حشمت حسین جعفری ایڈووکیٹ

عظمت شہادتِ امام حسینؑ اور اُس پر تاریخی حاشیے

سورۂ توبہ کی ۳۳ ویں آیت میں پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کی غرض و غایت کو ان الفاظ میں بیان کیا گیا ہے۔

هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ

یعنی اللہ کی وہ ذات ہے جس نے اپنے رسول صلعم کو ہدایت اور دین حق دے کر اس غرض سے بھیجا کہ وہ اس کو ہر دو دین باطل پہ غلبہ عطا کر دے۔ خواہ یہ بات مشرکین کو بری اور ناگوار ہی کیوں نہ معلوم ہو۔

اس آیت میں ہدایت سے کتاب اللہ یعنی قرآن مراد ہے۔ اور دین حق سے اسلام مقصود ہے۔ اسلام سے مُراد وہ الٰہی دستور العمل ہے۔ جو احکام کتابِ خدا اور سُنتِ رسول ہُدیٰ سے تشکیل ہوتا ہے۔ پس اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کا مقصد احکام کتاب الٰہی اور اُمت رسالتِ پناہی کو بہر حال و بہر طور غالب رکھنا اور تمام قوتوں کو مغلوب کرنا تھا۔

واقعہ کربلا عاشورہ محرم سنہ ۶۱ھ کو رونما ہوا۔ اس میں ایک طرف نواسۂ رسولؐ امام حسین علیہ السلام اور اُن کی مختصر سی جماعت تھی۔ جو آنحضرتؐ کے نصب العین پر عامل تھی۔ اور دوسری طرف یزید ابن معاویہ ابن ابی سفیان اور اُس کا بے پناہ لشکر تھا۔ یزید اپنے دادا ابوسفیان کے نظریہ پر عامل تھا جس کا اظہار اُس نے خلافت ملنے پر حضرت عثمانؓ سے ان الفاظ میں کیا تھا:۔

قَدْ صَارَتْ اِلَیْكُمْ بَعْدَ تَیْمٍ وَعَدِیٍّ فَاَدِیْرُوْهَا كَالْكُرَةِ وَاجْعَلُوْا اَوْتَادَهَا بَنِیْ اُمَیَّةَ۔ فَاِنَّمَا هُوَ الْمُلْكُ۔ وَلَا اَدْرِیْ مَا جَنَّةٌ وَلَا نَارٌ (الاستیعاب لابن عبد البر جلد ۲، ص ۶۹۰)

یعنی (اے عثمان) یہ خلافت بنو تیم اور بنو عدی کے بعد تمہارے پاس پہنچی ہے پس اس سے گیند کی طرح کھیلو اور بنو امیہ کو کلیدی جگہوں پہ مقرر کرو حقیقت یہ ہے کہ جو کچھ ہے وہ حکومت ہے۔ میں جنت و دوزخ کی کچھ حقیقت نہیں سمجھتا۔

معاویہ نے اپنے عہد حکومت میں قولاً اس نظریہ کو ظاہر نہیں کیا لیکن یزید اُس وقت مسند سلطنت پر متمکن ہوا جب بنو اُمیہ کی حکومت مستحکم ہو گئی تھی۔ اور غرور حکومت کے نشہ میں خاندان نبوت کو تباہ و برباد کرنے کے بعد وہ بے دھڑک

اپنی اسلام دشمنی کا اظہار ان اشعار میں کرنے لگا۔

لیتَ اشیاخی ببدرٍ شہدوا

جزعَ الخزرجِ من وقعِ الاسل

(اے کاش میرے وہ بزرگ جو جنگِ بدر میں مارے گئے۔ خزرجیوں کی تیروں کے نشانہ بننے کی وجہ سے چیخ پکار کو دیکھتے)

لاھلّوا واستھلّوا فرحاً

ثمّ قالوا۔ یا یزیدُ لاتشل

(تو خوشی سے اُن کا چہرہ دمک اُٹھتا ہے۔ اور وہ بے ساختہ خوشی سے پکار اُٹھتے کہ اے یزید تیرے ہاتھ شل نہ ہوں یعنی تجھے آفرین ہے)

قد قتلنا القرنَ من ساداتھم

وعدلنا قتل بدرٍ فاعتدل

(ہم نے اُن کے سرداروں کے سردار کو قتل کیا۔ اور اس طرح جنگ بدر کا بدلہ لے لیا۔ اور بدلہ پورا ہو گیا)

لستُ من خندفٍ ان لم انتقمُ

من بنی احمد ما کان فعل

(محمد نے جو کچھ ہمارے بزرگوں کے ساتھ کیا تھا۔ اُس کا اگر میں اُن کی اولاد سے بدلہ نہ لیتا تو میں خندف کی اولاد سے نہ ہوتا)

لعبتْ ھاشم بالملکِ فلا

ملکٌ جاءَ ولا وحیٌ نزل

(بنو ہاشم یعنی محمدؐ نے ملک گیری کے لئے نبوت کا ایک کھیل کھیلا تھا۔ ورنہ اُن کے پاس نہ کبھی کوئی فرشتہ آیا۔ اور نہ وحی اُتری) (تاریخ طبری عربی، جلد ۱۳ ص

حالات سنہ ۲۸۴ھ)

ان اشعار سے روزِ روشن کی طرح ظاہر ہے کہ یزید کو اسلام یعنی کتاب اللہ اور سُنت رسول سے دشمنی تھی اور وہ اس نظام کو تباہ و برباد کر کے عہدِ جاہلیّت کے مُشرکانہ اور عیاشانہ نظام کو روبکار لانے کا تہیّہ کئے ہوئے تھا۔

ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ علامہ عبداللہ العماوی صاحب نے جو جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن میں سررشتہ تالیف و ترجمہ کے رُکن تھے۔ اور جنہوں نے تاریخ طبری کے اس حصہ کا اُردو میں ترجمہ کیا۔ ان اشعار سے کیوں صرف نظر کیا اور کیوں محض اتنا ہی لکھ دینا کافی سمجھا کہ "اُس نے اپنے کُفر کا اعلان کر کے اور شرک کا اظہار کر کے چند اشعار کہے" (اُردو ترجمہ تاریخ طبری جلد سوم حِصّہ سوم و چہارم ص ۳۴۶ مطبوعہ جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن سنہ ۱۹۴۰ء)

بہرکیف یزید کو اسلام کے مقابلہ میں عہدِ جاہلیّت کے مشرکانہ اور عیاشانہ نظام کو جاری کرنے میں جو ہستی چٹان کی طرح حائل نظر آئی وہ سبطِ رسول الثقلین امام حسین علیہ السلام کی ذاتِ گرامی صفات تھی۔ اس لئے اُس نے سب سے پہلے حاکم مدینہ کے ذریعہ سے اُنہیں یہ پیغام دیا کہ یا بیعت کیجے ورنہ قتل کر دیئے جاؤ گے۔ یہ مطالبۂ بیعت اُسی نوعیّت کا تھا۔ کہ جس کے مطابق مُسلم بن عقبہ نے اہل مدینہ سے بیعت لی اور جس کے متعلق علامہ ابن حجر مکی نے اپنی کتاب "تطہیر الجنان" میں لکھا ہے:-

ثمّ دعا الیٰ بیعة یزید وانّھم اعبدٌ لہ فی طاعة اللہ ومعصیتہٗ فاجابوہ الّا واحدًا من قریش نضلہٗ (تطہیر الجنان ص ۶۰)

یعنی پھر مسلم بن عقبہ نے لوگوں کو بیعت یزید کی دعوت دی کہ وہ (یہ اقرار کریں) اللہ کی طاعت و معصیت میں وہ یزید کے غلام بن کر رہیں گے بجز ایک قریشی کے سب نے اس طرح بیعت کر لی۔ اُسی کو قتل کر دیا۔

ظاہر ہے کہ اگر امام حسین ؑ اس طرح بیعت کر لیتے تو اس کا یہ مطلب ہوتا کہ وہ کتاب اللہ اور سُنت رسول مقبول کو چھوڑ کر یزیدی مشرکانہ نظام کے آگے سر تسلیم خم کر رہے ہیں اور دین حق کو غالب کرنے کی بجائے جو بحیثیت جانشین رسول ؐ اُن کا فریضہ اوّلین تھا۔ دین باطل کو غالب دیکھنا چاہتے ہیں۔ اور نظریۂ توحید کی بجائے جس کی اشاعت اُن کے جدّ امجدؐ نے بڑی محنت و جانفشانی سے کی تھی۔ نظریۂ کفر و شرک کو عام کرنا چاہتے ہیں۔ امام حسین علیہ السّلام نے قیام و بقائے توحید اور ترویج کتاب اللہ اور سُنت رسول ؐ کی غرض سے یزید کے اس مطالبہ کو ٹھکرا دیا۔ اور بیعت سے کُھلے الفاظ میں انکار کر دیا۔ امام عالی مقام نے کئی جگہ انکار بیعت کے وجوہ پر روشنی ڈالی ہے۔ منجملہ اُن کے ایک وہ خط ہے۔ جو آپ نے اپنے غلام آزاد سلیمان کے ہاتھ اشراف بصرہ کے پاس بھیجا تھا جس کو طبری نے ان الفاظ میں نقل کیا ہے:۔

"میں نے اپنا قاصد تم لوگوں کے پاس یہ خط دے کر روانہ کیا ہے۔ میں تم کو کتاب اللہ اور سُنت رسول اللہ کی طرف دعوت کرتا ہوں۔ اس لئے کہ سُنت رسول اللہ ؐ مٹادی گئی ہے اور بدعت کو رواج دیا ہے۔ اگر تم لوگ میری بات کو سنو گے اور میری اطاعت کرو گے۔ تو میں تم کو راہ ہدایت پر لگا دوں گا۔ والسلام علیکم ورحمۃ اللہ"

(اردو ترجمہ تاریخ طبری جلد دوم حصہ اول ص ۱۸۲ ۔ ۱۸۳)

امام حسین علیہ السّلام کو یزید سے ٹکراؤ کا انجام معلوم تھا۔ لیکن ظاہری فتح و شکست اُن کی نظروں میں کوئی وقعت نہیں رکھتی تھی۔ اُن کی نگاہ میں اصل فتح مقصد اور نصب العین کی فتح تھی۔ گو وہ اور اُن کی قلیل جماعت شہید ہو گئی اور اُن کے اہل و عیال قید ہو کر دیار بدیار پھرائے گئے لیکن وہ اس طرح نظریۂ توحید کو زندہ اور اسلام کو پائندہ کر گئے۔ اور یزید کے ذہنی مشرکانہ نظام کو جو وہ رائج کرنا چاہتا تھا موت کی نیند سلا گئے۔

امام حسین علیہ السّلام کی بارگاہ میں اُن کی اس قربانی پر ہر دور میں مفکرین نے خراج تحسین پیش کیا ہے خواجہ معین الدین اجمیری نے آپ کو ان الفاظ میں خراج عقیدت پیش کیا ہے:۔

شاہ است حسین ؑ بادشاہ است حسین ؑ
دین است حسین ؑ دین پناہ است حسین ؑ

(باقی آئندہ)

سید نذیر حسین بخاری مبلغ امامیہ مشن لاہور

مقصد شہادت حسین علیہ السلام

سرورِ کائنات کے بعد دو طرح کے "نظام حکومت" سے مسلمانوں کو سابقہ ہوا۔ ایک وہ جس کا اعلان غدیر خم میں کیا گیا تھا جس میں حق حکومت کو مخصوص صفات والے انسانوں کے لئے منحصر کیا گیا تھا۔ اور جس میں "دین و دنیا" دونوں کی ذمہ داریوں کا مرکز ایک ہی ذات کو بتایا گیا تھا اور اس سلسلے کے پہلے حاکم کو بعد نبی حکومت الٰہیہ سپرد کر دی گئی تھی۔ دوسرا وہ نظم حکومت جو چند انسانوں نے آپس میں طے کر لیا تھا جس کے ذریعہ سے حکومت کے لئے اُمیدوار بننے کا ہر اُس شخص کو موقع تھا جو اُمیدوار بننا چاہے۔ پہلے کو آپ الٰہی نظام سے تعبیر کریں۔ اور دوسرے کو انسانی نظام سے یاد کریں۔

اتفاقات اور خفیہ سازشوں نے انسانی نظام کو بروئے کار آنے کا موقع دے دیا۔ حکومت اسلام پر قبضہ ہوا اور پوری طاقت سے مخالف جماعت کو کچلنے کی کوشش کی گئی اور یہی باب تاریخ اسلام کا خونین باب ہے جس کی لاٹھی اس کی بھینس کے اصول کو عربوں کی اکثریت نے اپنانا شروع کر دیا اور مال اللہ کے حسب مرضی بٹوارے ہونے لگے۔ دین اسلام کے جملہ اصول و فروع کو اپنے سانچے میں ڈھالنا شروع کیا گیا۔ جو اس مجوزہ کے ساتھ میل کھا سکے اور ہر وہ تعلیم مٹائی جانے لگی جس سے الٰہی نظام کی تائید و حمایت ہوتی ہو۔ رفتہ رفتہ کافی فرق نمایاں ہو گیا۔ الٰہی نظام کے ورثہ داروں کے لئے یہ وقت بہت مشکل کا تھا۔ تبلیغ دین کا کام بھی ہو۔ سلامت روی بھی ہاتھ سے نہ جانے پائے۔ جارحانہ اقدام کی ابتداء نہ کرنا پڑے۔ لیکن بنیادی اصول بھی محفوظ رہیں جہاں تک ہو سکے خونریزی نہ کرنا پڑے۔ نہ اس لئے کہ اپنی جان عزیز ہے۔ بلکہ اس لئے کہ امن عالم قائم رکھنا دین اسلام میں بہت زیادہ قابل لحاظ ہے چنانچہ انہیں حدود کا **اہلبیت عصمت** و طہارت نے اپنے کو پابند رکھا۔ جن موقعوں پر مقابلہ کو خاموشی پر ترجیح دینا ضروری تھا۔ ان میں سے ایک یہ تھا کبھی ایسا نہ ہو کہ انسانی نظام کو الٰہی نظام کے وارثوں سے منوایا جائے۔ یہ ایک بنیادی سوال تھا۔ نماز روزے کے جزئی احکام کا سا قصہ نہ تھا۔ جن میں وقتی طور پر تقیہ کر کے جان بچائی جائے۔ بلکہ نظریات کو پلٹا دینے والا سوال تھا جس کے بعد حق اور باطل کی تمیز دشوار ہو جائے۔ اسی لئے آپ دیکھیں گے کہ جب انسانی حکومت کی جانب سے بیعت کا سوال اُٹھایا گیا تو سختی سے اس کی مخالفت کی گئی۔ علیؑ کو مجبور کیا جاتا ہے۔ سنہ ۱۱ھ میں دباؤ ڈالا جاتا ہے۔ بیعت کے لئے اسیر کئے جاتے ہیں۔ یہ ایک نازک مرحلہ تھا علیؑ اس وقت تلوار نکالیں

ممکن نہ تھا۔ حرم رسول میں خونریزی نفس رسول کو کب گوارہ تھی۔ دوسرے یہ کہ بہت تھوڑے ہم خیال باقی سب مخالف تھے اس وقت اپنی اور اپنے اعزہ و اقارب کی قربانی پیش کر کے سوال بیعت کو ٹال جائیں ہو سکتا تھا۔ لیکن کل میدان بالکل صاف ہو جائے گا۔ نہ علیؑ ہوں گے نہ آل علیؑ جو دنیا کے سامنے الٰہی نظام پیش کرتے رہیں۔ مشرق و مغرب بلاد اسلامیہ پر ایک ہی خیال اور ایک ہی نظریہ کا تسلط ہو جائے گا۔ اور آخری مرسل کی تمام زحمات رائیگاں جاتی ہیں تو پھر کیا کیا جائے۔ کہ علیؑ اور اولاد علیؑ کو بیعت بھی نہ کرنا پڑے اور ان کی جانیں بھی محفوظ رہیں اور ان کی جانوں کی حفاظت کے پس منظر میں کتاب و سنت اور دین حنیف باقی رہے اور باطل کی سرکوبی کے لئے حق کی طاقت بھی دنیا میں باقی رہے۔ اس کٹھن منزل پر اور ایسی کشمکش کے عالم میں رسول کی بیٹی سیدہ فاطمہؑ نے اپنی قربانی پیش کر دی اپنی شخصیت کو بیچ میں ڈال کر حکومت وقت کے دانت کھٹے کر دیئے۔ تمام منصوبوں کو خاک میں ملا دیا۔ اُمیدوں پر پانی پھیر دیا۔ اس کے نتیجہ میں سیدہ عالم کو بہت جلد حضرت محسن کی قربانی دے کر سفر آخرت اختیار کرنا پڑا۔ علیؑ اور حسینؑ بچ گئے۔ بیعت کا سوال بھی ٹل گیا۔ اب پھر آل رسولؐ خاموشی کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ جب اسلام کی کشتی ڈوبتی نظر آتی ہے۔ اپنے مشوروں کا سہارا دے دیا جاتا ہے لیکن دُنیا پر اچھی طرح پر واضح ہو چکا ہے۔ کہ اہلبیت جس نظم حکومت کے قائل اور حامی ہیں وہ اور ہے اور اس وقت جو نظم چلایا جا رہا ہے وہ اور ہے۔

اب وہ وقت آیا کہ معاویہ برسرِ حکومت ہوا۔ امیر معاویہ جو یزید کا باپ تھا۔ اس کے دورِ حکومت کی تاریخ کی ورق گردانی سے پتہ چلتا ہے کہ ان کا زمانہ حکومت چند تاریخی خصوصیات کا حامل تھا۔ اور بہ بخصوص واقعات و حالات تاریخ اسلام میں نہایت جلی حروف سے لکھے ہوئے ہیں۔ ان حالات پر نظر غائر ڈالنے سے خوب اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ کہ اس دور میں مسلمانوں کے ضعف و انحطاط اور کس مپرسی کا کیا عالم ہوگا۔ علامہ جلال الطینی المصری لکھتے ہیں کہ:۔

(۱) امیر معاویہ کی سیاست اور ان کے تمام کام خلافِ سُنت رسولؐ تھے اور ملوکیت سے مشابہت رکھتے تھے۔

(الحسین جلد ۱)

(۲) جھوٹی حدیثیں وضع کی جانے لگیں۔ خدا اور اس کے رسول پر جھوٹے الزام اور افترا و بہتان لگانا جُرم یا عیب خیال نہیں کیا جاتا تھا۔ بلکہ مصالح مملکت اور اپنی مخصوص پالیسی کے ماتحت ایسا کرنے والوں کو انعام و اکرام سے مالامال کیا جاتا تھا۔ صاحب کتاب الاحداث لکھتے ہیں کہ معاویہ نے تمام عمال کو لکھا کہ جو شخص اصحاب ثلاثہ خصوصاً حضرت عثمان کی فضیلت میں کسی حدیث کو بیان کرے۔ اس کا پورا نام پتہ کے میرے پاس لکھ کر بھیج دو اور پوری طرح اکرام و انعام سے مالامال کر دو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فضیلت ثلاثہ خصوصاً حضرت عثمان میں احادیث کثرت سے ہو گئیں۔ اور ایک مدت تک یہ سلسلہ قائم رہا۔ اپنے گورنروں کو یہ بھی لکھا کہ جو کوئی فضیلت ابوتراب کی نسبت احادیث میں وارد ہوئی ہے۔ اس کے مقابل دوسرے صحابہ کے لئے بھی بیان کرو۔ علیؑ اور ان کے شیعوں کی دلیل کے باطل کرنے کا

سب سے بڑا ذریعہ یہی ہے۔ بس پھر کیا تھا فرمان لوگوں کے سامنے پڑھا گیا۔ اور سینکڑوں حدیثیں صحابہ کبار کے مناقب میں تصنیف ہو گئیں جن کی کچھ اصلیت نہیں تھی۔ بوڑھوں بچوں۔ عورتوں کو واعظین حفظ کراتے تھے۔ اس کا اثر اسلام پر بہت پڑا۔ ان حالات کو پیش رکھ کر غیر مسلم محققین و مورخین اگر یہ کہیں کہ تاریخ اسلام جھوٹی اور موضوع روایات و احادیث کا مجموعہ ہے اور ہم تو کوئی حق پسند اور غیر جانبدار انسان کیا جواب دے گا۔

(۳) سب و شتم کرنا خصوصاً حضرت علیؑ پر بزرگان دین و اکابرین اسلام کو بُرا کہنا اور گالیاں دینا اس زمانہ کا ایک عام رواج و دستور ہو گیا۔ دمشق و شام کے بندوں پہ چالیس برس تک یہ رسم ادا ہوتی رہی۔

(۴) شراب نوشی عام طور سے ہونے لگی۔ خرید و فروخت پر کوئی روک ٹوک باقی نہ رہی۔ چنانچہ عبدالرحمٰن بن سہل انصاری (صحابی رسولؐ) نے شراب کے بار سے لدے ہوئے اونٹوں کو دیکھا تو اپنے نیزے کی نوک سے ان مشکوں کو پھاڑ ڈالا۔ امیر معاویہ کو معلوم ہوا تو کہا اس بڈھے کو چھوڑ دو۔ اس کی عقل جاتی رہی ہے۔ عبدالرحمٰن نے سُنا تو کہا خدا کی قسم میری عقل نہیں گئی۔ بلکہ رسالتمآبؐ نے ممانعت فرمائی ہے کہ شراب ہمارے شکم میں داخل ہو یا برتنوں میں رکھی جائے۔ (اسد الغابہ جلد ۳ اصابہ حافظ ابن حجر عسقلانی جلد ۲)

(۵) بے گناہ مسلمانوں کا خون بیدردی سے بہایا جانے لگا۔ سینکڑوں کلمہ گویوں کی گردنیں تہ تیغ ہو گئیں۔ سمرہ بن جندب اور بسر بن ارطاۃ اور زیاد بن ابیہ کی سیاہ کاریاں اس عہد کا کارنامہ ہیں۔ عبداللہ بن عباس کے دو بچے جو بہت کم سن تھے ماں کی گود میں ذبح کر دیئے گئے جس سے وہ مجنون ہو گئیں۔ (استیعاب جلد ۱)

(۶) دین اسلام کو بالکل بدل دیا تھا۔ مذہب کا وقار کم ہو رہا تھا اور بڑے بڑے ارکان مذہبی کا مذاق اُڑایا جا رہا تھا۔ امیر معاویہ نے بڑے فخر سے جاریہ بن قدامہ اور احنف دو شخصوں کی نسبت کہا کہ میں نے ان سے ان کا مذہب مُول لے لیا ہے (استیعاب جلد ۱)

(۷) مصر کے لوگوں نے دربار میں آ کر اسلام علیکم یا رسول اللہ کہا اور اس کو گوارا کر لیا گیا۔ سزا دینا تو بڑی بات تھی۔ معمولی سے زبانی تنبیہ بھی نہ کی (طبری جلد ۶)

(۸) نبیذ (جو کی شراب) کھلم کھلا پی جاتی تھی۔ مٹی کھانا۔ گانا بجانا حلال قرار کر دیا۔ وہ منبر رسولؐ پر بیٹھا ہوا۔ اپنے بیٹے یزید کے لئے بیعت لے رہا تھا۔ ام المومنین عائشہ نے حجرہ سے سر نکالا اور کہا چُپ رہ۔ چُپ رہ۔ اے معاویہ آیا شیخین نے بھی اپنے بیٹوں کے لئے بیعت لی تھی۔ معاویہ نے کہا نہیں ام المومنین نے کہا تو پھر کسی کی پیروی کرتا ہے۔ معاویہ شرمندہ ہوا۔ اور منبر سے نیچے اُتر آیا اور ام المومنین کے واسطے ایک گڑھا کھدوایا اور اس طریقہ سے کہ وہ اس میں گر کر مر گئیں (اوائل سیوطی)

یزید :-

اسی ماحول میں یزید بن معاویہ نے آنکھ کھولی تھی اور پرورش پائی تھی۔ پل بڑھ کر جوان ہوا۔ اور رسولؐ اسلام کا خلیفہ اور جانشین بنا۔ اس دور کے حالات پیشِ نظر رکھ کر خوب اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ کہ یزید کا کیریکٹر (چال چلن) اعمال

افعال قبیحہ کا حامل ہوگا۔

یزید کا چال چلن :-

یزید کی زندگی کے ابتدائی حالات اور جس ماحول میں اس نے پرورش پائی تھی وہ دور حاضرہ کے ایک مشہور مورخ فلپ ہٹی کی زبانی سنیئے۔ بادیہ شام میں عربوں کا ایک قبیلہ کلب آباد تھا جس میں مسیحیت کا رواج ہو چکا تھا۔ اسی قبیلہ کی ایک شاخ مجدل کی ایک بدویہ عورت میسون سے جو یعقوبی طریق کی نصرانیہ تھی امیر معاویہ نے شادی کر لی تھی۔ ابنائے بادیہ شہری زندگی پسند نہیں کرتے تھے میسون (بیگم صاحبہ) بھی دمشق کی شاہانہ زندگی سے گھبرا کر اپنا وقت زیادہ تر بادیہ میں بسر کرتی تھی۔ اس کے بیٹے یزید کی بھی وہیں پرورش ہوئی۔ جہاں وہ سیر و شکار، شہسواری شعر و سخن اور مے نوشی میں مشاق ہو گیا۔ امیر معاویہ کا وزیر مال مشہور مسیحی بطریق ابن سرجون تھا۔ اس کا پوتا یوحنا دمشقی یزید کا ندیم تھا۔ اور عرب کا مشہور مسیحی شاعر اخطل یاران بزم میں شامل رہتا تھا (ہسٹری آف عربس)

یزید زمانہ طفلی ہی سے لہو و لعب۔ شکار اور قمار بازی سے دلچسپی رکھتا تھا۔ مے نوشی اور زنا کاری اس کی محفلوں کے اہم جزو بنے ہوئے تھے۔ مے نوشی سے لطف اندوز ہونے کی حد یہ تھی کہ شراب کے حوضوں میں غوطے لگائے جاتے تھے۔ اور احکام خداوندی کی کھلم کھلا مخالفت کرتا رہتا تھا۔ شریعت اور احکام شریعت کو وہ ایک ڈھونگ تصور کرتا تھا۔ اور ان کا مضحکہ اڑایا کرتا تھا اصحاب رسول کو سر بازار کوڑوں اور دُرّوں سے پٹواتا تھا۔ ماں، بہن سے نکاح اس کے مذہب میں جرم نہ تھا۔ لوگوں کو عبادت خدا کی عام اجازت نہ تھی۔ وہ خدا کی عبادت اس کی اجازت سے ہی کر سکتے تھے۔ اس کے دور کا یہ منحوس کارنامہ ہے۔ کہ جب مدینۃ الرسول پر فوج کشی ہوئی تو اس کے لشکریوں نے تین سو کنواری لڑکیوں سے زنا جیسے فعل قبیح کا ارتکاب کیا۔ سات سو قاریان قرآن اور تین سو اصحاب رسول قتل کئے گئے۔ مسجد نبوی کی بے حرمتی کی گئی۔ ذیل کے اشعار جن کا ترجمہ پیش کیا جاتا ہے۔ ان کو پڑھ کر یہ طے کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ کہ آیا وہ مسلمان بھی تھا؟

(۱) میں نے اولاد محمدؐ سے بدر کی جنگ کا بدلہ لے لیا ہے۔

(۲) بنی ہاشم نے ایک کھیل کھیلا تھا نہ ان پر کوئی خبر آئی اور نہ وحی نازل ہوئی۔

(۳) اے ساقی ہم کو خوب شراب پلا کچھ پرواہ نہ کر اگر یہ دین احمدی میں حرام ہے تو ہونے دے دین مسیحی میں تو حلال ہے۔

(۴) مجھے ستار و سارنگی کے نغموں سے اذان کی آواز سننے کی فرصت نہیں۔

(۵) یہ جو دوسری زندگی کے متعلق تو نے قصے سنے ہوں گے یہ پارینہ قصے ہیں۔ جو انسان کو نادانی میں مبتلا کرتے ہیں۔

بنی امیہ کی ظالمانہ حکومت کا ایسا رعب مسلمانوں پر چھا گیا تھا کہ باوجود دین اسلام کی اس تباہی اور بربادی کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کے لبوں پر مہر خاموشی لگی تھی۔

سب کی زبانیں بند تھیں۔ اگر امام حسین علیہ السلام اس وقت دینِ الٰہی کی مدد کے لئے کھڑے نہ ہو جاتے تو کچھ دن بعد بجائے دینِ محمدی کے دینِ یزیدی دنیا میں رائج ہو جاتا۔

غور کیا جائے تو امام حسین علیہ السلام نے اسلام پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ اگر حضرت اپنی اور اپنے اعزہ و انصار کی گراں قدر قربانیاں میدان کربلا میں محرم سالہ کو پیش نہ کرتے تو دنیا بہت جلد دیکھ لیتی کہ دینِ اسلام ختم ہو کر ایک ایسا دین بن جاتا کہ دُنیا کے تمام ادیان اس پر ہنستے اور قہقہہ لگاتے امام حسین علیہ السلام کے دل میں سچا درد تھا۔ اِن کے نانا حضرت رسولِ خدا نے اسی دین کی خاطر تئیس سال طرح طرح کی تکلیفیں اُٹھائی تھیں۔ آپ سے دینِ خدا کی بربادی دیکھ کر ضبط نہ ہو سکا۔ اور مسلمانوں کو گمراہی سے بچانے کے لئے کمر ہمت کس کر باندھ لی۔ اور دُنیا کی تمام مصیبتوں کو برداشت کرنے کے لئے آمادہ ہو گئے۔ آپ جانتے تھے کہ جب تک پوری طاقت کے ساتھ یزید کا مقابلہ نہ کیا جائے گا۔ اسلام کے سر سے یہ بلا نہیں ٹل سکتی۔ یزید کے وقت حق و باطل مل چکے تھے۔ امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا مقصد یہی تھا کہ حق کو باطل سے جُدا کر دیں۔ امام حسین علیہ السلام عظیم قربانی دے کر شیعانِ حیدرِ کرار کے لئے ایک پیغام چھوڑ گئے کہ ہمارا شیعہ وہ ہے جو یزیدی افعال سے پرہیز کرے اور ہمارے قول و فعل کا پابند ہو۔ اگر باعمل نہیں تو وہ ہمارا محب ہے۔ شیعہ نہیں ہے۔

دیگر بہتر فرقِ اسلام کے لئے یہ پیغام چھوڑ گئے کہ دیکھنا اہلبیت سے تمسک کرنا۔ دیگر انسانی بنائے ہوئے خلیفوں اور اماموں کی فقہ پر نہ چلنا۔ صرف فقہ اہلبیت ہی پر چل کر تم جنت میں داخل ہو سکتے ہو۔ کیونکہ فقہ اہلبیت ہی وہ فقہ ہے۔ جو خدا اور رسول کی بتائی ہوئی ہے۔ جعفری باش گر خدا خواہی ورنہ در ہر طریق گمراہی۔ اہلبیت ہی سرداران جنت ہیں۔ سرداران کی مخالفت کر کے ان پر ظلم کرنے والوں کے طریق پر چل کر ظالم و مظلوم کو ایک صف میں کھڑا کر کے ظالموں کے ظلم پر پردہ ڈال کر جنت میں نہیں جا سکے گا۔ سرداران جنت سے بغاوت کر کے جنت میں جانا خیال است و محال است و جنوں۔

بقیہ قرآن اور حسین

ہو رہے تھے۔ زخموں سے چھلنی ہو کر فرش خاکی پر سر بسجود تھے۔ اور قاتل خنجر لئے پشت پر سوار تھا۔ ایسی حالت میں بھی امام علیہ السلام اپنے فریضہ کا تعلیمی اتمام آفاق پر پہنچا رہے تھے۔ اور ثابت کر رہے تھے کہ دیکھو یہ ہمارا اصل مقصد تھا جس کے ختم ہونے سے پہلے ختم ہو کر اس کا ثبوت دیتے ہیں۔ کہ ہم اس پر نچھاور ہو گئے۔ چنانچہ سجدۂ آخر ابھی پیدا نہ ہوا تھا کہ امام حسین علیہ السلام کی قربانی قرآن اور اسلام پر چڑھ گئی ہے

کارے کہ اے حسینؑ اختیارے کردی
در گلشن مصطفےٰ بہارے کردی
از ہیچ پیمبرے نہ آید ایں کار
واللہ کہ اے حسینؑ کارے کردی

خط و کتابت کرتے وقت خریداری نمبر کا ضرور حوالہ دیا کریں۔ (مینجر)

حکیم پیر حیدری القادری کراچی

قرآن اور حسینؑ

جس گھر میں قرآن مجید کا نزول ہوا۔ اسی گھر میں جناب امام حسین علیہ السلام پیدا ہوئے جس طرح بلحاظ علم و حکمت اور شرف و سعادت قرآن مجید تمام کتب سماوی سے ممتاز و محترم ہے۔ اسی اعتبار سے جناب امام حسینؑ کا نسب جمیع بنی نوع انسان سے افضل و اعلیٰ اور بہتر و برتر ہے جس طرح قرآن کی طہارت مسلّم ہے۔ اسی طرح حسینؑ کی پاکیزگی میں کسی شک و شبہ کی گنجائش ناممکن ہے اگر قرآن کتاب ہدیٰ ہے تو حسینؑ اسی کتاب کی عملی صورت اور ہادیٔ برحق ہیں۔ جس مقدس سینۂ فیض گنجینہ میں قرآن محفوظ تھا۔ اسی سینۂ اقدس پر حسینؑ کھیلتے اور اسی سے چمٹے رہتے تھے۔ یعنی قرآن اور حسینؑ دونوں بچپن کے دوست تھے جس لسان شیریں رطب سے قرآن کے الفاظ ادا ہوتے تھے۔ اسی کو حسینؑ چوستے تھے۔ اسی لئے جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی امت کو یہ آخری وصیت فرمائی تھی۔ کہ میں تمہارے درمیان دو ایسی گراں قدر چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں کہ اگر تم ان کے دامن کو مضبوطی سے تھام لوگے۔ تو کبھی گمراہ نہ ہوگے۔ وہ دو چیزیں قرآن مجید اور میری اولاد پاک ہے۔ یہ دونوں حوض کوثر پر گواہی دیں گی کہ تم نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ اس حدیث کے متعلق مولانا اسمٰعیل اپنی کتاب تقویۃ الایمان میں لکھتے ہیں۔ کہ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ کلام اللہ اور اہل بیت (اولادِ رسول) کا ایک مرتبہ ہے۔ جیسے اس کی تعظیم چاہیئے۔ ویسے ہی ان کی تعظیم چاہیئے۔ اور جیسے کلام اللہ سبب ہدایت ہے۔ ویسے ہی اہل بیت سبب ہدایت ہیں۔ چنانچہ یہی سبب ہے کہ اولیاء اللہ کے طریقے سب اہل بیت پر منتہی ہوتے ہیں اس سے صاف ظاہر ہے کہ جس طرح جناب رسولِ خداؐ نے خود کو قرآن کی تعلیم کا عملی نمونہ بن کر دکھایا اسی طرح اپنی اولاد کو کلام اللہ کا عملی نمونہ بنایا۔ تاکہ بعد از رسول اکرمؐ امت کا کوئی فرد یہ نہ کہہ سکے کہ ہمارے درمیان کوئی عملی نمونہ موجود نہ تھا۔ اس لئے ہم عمل راسخ بجا لانے سے قاصر ہے۔ اس لئے جناب رسالتمآبؐ نے حسنین علیہ السلام کو اپنے تمام اوصاف و کمالات کا مرقع بنا کر دنیا کے سامنے قرآن کی تعلیم کے عملی نمونے پیش کئے۔

چنانچہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ لا یمسہٗ الا المطھرون (یعنی سوائے پاک لوگوں کے قرآن تک کسی کی رسائی نہیں ہو سکتی۔ یعنی اس کے مطالب و معنی اور معارف اور اسرار و رموز کو صرف وہی لوگ جان سکتے ہیں۔ جو بذات خود طیب و طاہر ہوں۔ یعنی ایسے لوگ

جو ہر صفت و کمال سے آراستہ اور ہر نقص و عیب سے بری ہوں
ایسے ہی لوگوں کی تلاش و جستجو کے لئے ہر ایک مسلمان پنجگانہ
نماز میں خدا کے حضور میں دعا کرتا ہے۔ کہ اے اللہ ہمیں
ایسے لوگوں کی راہ دکھا جو راست و مستقیم ہو۔ اور ان لوگوں
کی راہ پر چلنے کی توفیق عطا کر جس پر چل کر جنہوں نے تیری
جناب سے انعام پائے۔ اور جو کبھی گمراہ نہ ہوئے۔ یہ ترتیب
ہر مسلمان کے دل میں موجود ہے۔ ذرا سا غور کرنے پر وہ راہ
صفا بھی نظر آنے لگتی ہے۔ اور ہادیان صراط المستقیم الٰہی
انعام یافتگان اور طیبین و طاہرین کا پتہ بھی چل جاتا ہے۔
اس کی سب سے روشن و عیاں نشاندہی تو خود جناب رسول
خدا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم ہی نے دے دی۔ کہ وہ میری عترت
اہلبیت ہیں۔ اگر ان کے دامن سے وابستہ رہو گے۔ تو کبھی
گمراہ نہ ہو گے۔ یہی کتاب اللہ کے تعلیم کے عملی نمونے ہیں۔
یہی طیب و طاہر ہیں۔ یہی صراط المستقیم پر ہمیشہ گامزن رہیں گے
اور انہیں پر اللہ تعالیٰ اپنے خصوصی انعام و افضال نازل
فرماتے ہیں۔ یہی تو برگزیدہ لوگ ہیں۔ جو نہ پہلے کبھی گمراہ تھے
اور نہ آئندہ گمراہ ہوں گے۔ اس لئے تاکیدی حکم فرمایا کہ
اَلَا اِنَّ مَثَلَ اَهْلِ بَيْتِيْ فِيْكُمْ مَثَلُ سَفِيْنَةِ
نُوْحٍ وَمَنْ رَكِبَهَا نَجَا وَمَنْ تَخَلَّفَ عَنْهَا هَلَكَ
یعنی خبردار رہو یقیناً تم میں میرے اہلبیت کی مثال ایسی
ہے۔ جیسے حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی۔ پس جو اس میں سوار
ہوا وہ بچ گیا۔ اور جو اس سے علیحدہ ہوا وہ ہلاک ہوا۔ اب
سوال یہ پیدا ہوتا ہے۔ کہ اہلبیت کون ہیں؟ پس قرآن مجید
میں آیہ مباہلہ اور آیہ تطہیر سے روز روشن کی طرح عیاں
ہے۔ کہ وہ علی و فاطمہ و حسن اور حسین علیہم الصلوٰۃ والسلام
ہیں۔ ان کے سوا دوسرا کوئی نہیں۔

اب صراط المستقیم پر چلنے کے متمنی اس حدیث پر غور
کریں۔ ارشاد رسول خدا صلعم ہے۔ کہ اِنْ تُؤَمِّرُوْا
عَلِيًّا وَلَا اَرَاكُمْ فَاعِلِيْنَ تَجِدُوْهُ هَادِيًا مَهْدِيًّا
يَاْخُذُ بِكُمُ الطَّرِيْقَ الْمُسْتَقِيْمَ۔ یعنی اگر تم
جناب علی علیہ السلام کو اپنا امیر بناؤ تو وہ ایسا مرد ہے۔ کہ سیدھی
راہ پر ہے۔ اور تم کو سیدھی راہ پر چلائے گا۔ اور سیدھی راہ
بتائے گا۔ مگر مجھ کو نہیں معلوم کہ تم میرے بعد علیؑ کو اپنا امیر
بناؤ۔ پس یہ معلوم ہو جانے کے بعد کسی شبہ کی گنجائش باقی
نہیں رہتی۔ کہ جناب علی و فاطمہ اور حسن و حسین علیہم السلام ہی
ایسی طیب و طاہر اور اہلی انعام یافتگان ہستیاں ہیں۔ جو
راہبر صراط المستقیم اور ہادیان ہدایت راہ صفا ہیں۔ جو شخص
ان کے نقش قدم پر چلے گا۔ اور ان کے بتائے ہوئے طریق
پر عمل کرے گا۔ یقیناً وہ صراط المستقیم پر ہے۔ وہی قرآن
جس کی اشاعت و تبلیغ میں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ
وآلہ وسلم نے کیسے کیسے مصائب و شدائد برداشت کئے اور
کس قدر روحانی اور جسمانی اذیتیں اٹھائیں۔ یزید ابن معاویہ
نے قرآن کے سچے اور سادے قواعد کو پس پشت ڈال دیا۔
احکامات قرآنی کے خلاف حرام کو حلال سے بدل کر اسلام کو
کفر و شرک سے بدتر بنا دیا تھا۔ یزید کی محفل رقص و سرور
میں بلا تکلف کلام الٰہی کی توہین کے لئے بادہ گلرنگ کے
کاک پر کاک اڑائے جاتے تھے۔ اور مینا و ساغر کے دور چلتے
تھے۔ زنان زناکار با اختیار خود بحکم خلیفہ رنگین طبع علماء و فضلاء
عرب کی معتقد جماعتوں کو ان کے خضوع کی زیادتی کے لئے
دو رکعات واجب کے عوض چار چار رکعتیں نشہ سکر میں پڑھا

دیتی تھیں اور شراب خوار فاسق و فاجر خلیفۃ المسلمین نے عام طور پر بلحاظ سہولت ازدواج یا بغرض تحفظ نسب محفوص مادر و پسر و خواہر و برادر کا عقد جائز و مباح کر دیا تھا۔ یزید نے اپنی ولی عہدی کے زمانہ میں ام المومنین حضرت عائشہؓ کو کہلا بھیجا کہ مجھ سے نکاح کر لو۔ درآنحالیکہ حضرت عائشہؓ کی عمر ساٹھ برس کی تھی۔ اور قرآن مجید میں صریح طور پر وازواجہ امھتکم کے ذریعہ ممانعت موجود تھی (مدارج النبوت شاہ عبدالحق محدث دہلوی اور لیجئے علامہ ابن حجر و امام سیوطی یزید کے تذکرہ میں تحریر فرماتے ہیں کان ینکح امھات و اولاد والبنات ویشرب الخمر ویدع الصلوٰۃ۔ یعنی یزید ایک ایسا شخص ہے جو اپنی ماؤں اور بیٹیوں کی بیٹیوں کے ساتھ اور حقیقی بھائی بہن کی بیٹیوں کے ساتھ نکاح جائز رکھتا ہے۔ اور نماز کو ترک کرتا ہے۔ یزید خود ہی نماز کو ترک کرنے کا مرتکب نہیں بلکہ نماز کو نہایت بُرا سمجھنے والا تھا۔ چنانچہ نماز کے متعلق اس پلید و لعین کا ایک شعر ملاحظہ فرمایئے

مَا قَالَ رَبُّکَ بل لِلَّذِی سَکِرُوا
بَل قَالَ رَبُّکَ وَیْلٌ لِلْمُصَلِّیْنَ

یعنی تیرے پروردگار نے یہ نہیں کہا کہ شراب پینے والوں کے لئے جہنم ہے بلکہ یہ کہا ہے کہ نماز پڑھنے والوں کے لئے جہنم ہے (معاذ اللہ)

اب آپ غور فرمائیں کہ ایسی حالت میں جناب امام حسین علیہ السلام کلام الٰہی کی صریح مخالفت کو برداشت کر سکتے تھے۔ اور یزید کی بیعت کو اختیار کر کے احکام الٰہی کے خلاف یزید کے خود ساختہ مشرکانہ و کفر کے اصولوں پر عمل کر سکتے تھے؟ ہرگز نہیں کیونکہ امام عالیمقامؑ کو قرآن مجید سے دوستی اپنی جان سے بڑھ کر عزیز تھی۔ اور آپؑ کی زندگی کا نصب العین جناب رسول خداؐ کی طرح کلام الٰہی کی اشاعت و تبلیغ کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ اس لئے حضور سرور کائنات نے فرمایا کہ حسین مِنِّیْ وَاَنَا مِنَ الْحُسَیْن یعنی حسینؑ مجھ سے ہے۔ اور میں حسینؑ سے ہوں۔ یعنی حسینؑ میرے اوصاف و کمالات کا مظہر اتم ہے۔ اور حسینؑ میرے اُسوۂ حسنہ کا عملی نمونہ ہے۔ جس طرح میں نے احکام الٰہی کی تبلیغ و اشاعت میں مصائب و نوائب اور شدائد و مہالک کا مقابلہ کر کے دین اسلام کا چمن لگایا ہے۔ اسی طرح حسینؑ اس کی تر و تازگی و شادابی کے لئے کسی قسم کی قربانی دینے سے دریغ نہیں کرے گا۔ اور وقت آنے پر حسینؑ کے ایثار سے اسلام کی بنیادیں ابدالآباد تک کے لئے مضبوط و لافانی اور غیر متزلزل کرے گا۔ اور قرآن کی صداقت کا پرچم قیام قیامت تک افق انسانیت پر لہراتا رہے گا۔ اسی پر خواجہ اجمیرؒ نے خوب کہا ہے ؎

شاہ است حسینؑ بادشاہ است حسینؑ
دین است حسینؑ دین پناہ است حسینؑ
سرداد و نداد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الٰہ است حسینؑ

الغرض دور یزید میں جب قرآن مجید کی تعلیم کے خلاف قوت ملوکیت کھل کر میدان میں آئی تو اس وقت قاضی و عالم محتسب حقیقی کے کلام کی بقاء و تحفظ کے لئے کوئی رفاقت قرآن مجید کا مدعی کام نہ آیا۔ بالآخر بچپن کا رفیق صادق حسین ابن علیؑ دوستی کا حق ادا کرنے کے لئے کمربستہ ہو گیا۔ اور تہیہ کر لیا کہ نتیجہ خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو کلام الٰہی کی نورانی

صورت پر کفر کا داغ نہ لگنے دوں گا ؎

دوست آں باشد کہ گیرد دست دوست
درحال پریشانی و درماندگی!

پس جناب امام عالی مقامؑ نے عین وقت پر کلامِ الٰہی اور اسلام کے تحفظ اور بقار کے لئے اپنی تباہی و بربادی کو بصد شوق گوارا کیا اور کربلا کے میدان میں اپنی سچی دوستی کا جو مظاہرہ کیا۔ اس کے تصور ہی سے انسان لرز جاتا ہے۔ اور کلیجہ پانی پانی ہونے لگتا ہے تین دن کی بھوک و پیاس۔ بچوں اور عورتوں کا ساتھ اشقیاء کی یلغار۔ مصائب و شدائد اور مہالک کا مقابلہ بہتر نفوس کی ایک مختصر جماعت جس میں بچے۔ بوڑھے اور عورتیں بھی شریک ہیں۔ ادھر تیس ہزار بیدینوں کا لشکر قہار۔ باوجود ان تمام ہولناک مناظر کے امام عالی مقامؑ کے عزم محکم و راسخ میں ذرا بھر بھی فرق نہ آیا۔ کیونکہ جانتے تھے کہ ؎

صادق آں باشد در ایام بلا
میگذارد با محبت با وفا

الغرض جب تمام رفقار و اعزا ایک ایک کر کے قربان ہو گئے تو فرزند رسول الثقلین جناب امام حسین علیہ السلام تن تنہا رہ جاتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ حضرت امام علیہ السلام کے اہل و عیال پر جو کچھ اذیتیں گزریں ایسی ہیں کہ جن کے سننے سے کلیجہ منہ کو آتا ہے۔ اور دل لرز جاتا ہے۔ ان دلدوز مناظر کے تصور ہی سے روح کانپ اٹھتی ہے۔ اور آنکھوں سے بے اختیار آنسوؤں کی جھڑی لگ جاتی ہے۔

خود امامؑ پر حرم پاک، فرزندانِ ذیجاہ، اعزا و رفقار کی تکالیف و مصائب اور شدائد و مہالک کا کیا اثر ہوگا۔ جناب عباس علمدارؑ۔ حضرت قاسم جوانؑ۔ عون و محمدؑ کی آنکھوں کے سامنے شہادت ہوئی۔ نوجوان پسر جناب علی اوسطؑ کا لاشہ مقتل سے اٹھا کر لائے۔ اور حضرت علی اصغرؑ چھ ماہ کے شیرخوار بچے نے حرملہ ملعون کے تیر گلوگیر سے آپؑ کے ہاتھوں پر لہو اگل کر جان دی۔ لیکن کیا ہی کامل ایمان تھا حسین علیہ السلام کا ذرا گھبراہٹ نہیں ہوئی۔ مورخین بتاتے ہیں کہ جس قدر مصائب بڑھتے جاتے تھے۔ اسی قدر امام عالی مقامؑ کے چہرہ اقدس پر رونق اور خوشی کے آثار بڑھتے جاتے تھے۔ خدا تعالیٰ کے پسندیدہ و محبوب دین اور اس کے کلام کا تحفظ اور اس کی رضا و خوشنودی ہر حال میں جناب امام حسینؑ کا مقصد حیات تھا۔ اور وہ خوب جانتے تھے کہ یہ ابتلا محبوب حقیقی کی طرف سے ہے۔ اس لئے تمام مصائب کو راحت سمجھتے ہوئے راہ حق میں جان دینے کے لئے تیار ہو گئے ؎

زندہ کنی عطائے تو
در بکشی فدائے تو
دل شد مبتلائے تو
ہر چہ کنی رضائے تو

قرآن میں پابندی نماز کی سخت تاکید موجود ہے۔ اور یہی اسلام کا ممتاز رکن ہے۔ اس کے متعلق حضرت امام حسین علیہ السلام نے وہ اعلیٰ و ارفع عملی نمونہ پیش کیا۔ جس کی نظیر کہیں نہیں ملتی اس میدان کارزار میں جہاں ہر طرف سے تیروں کی بوچھاڑ ہو رہی تھی اور نیزہ و تلوار کے بھرپور وار

(باقی صفحہ ۲۱ پر)

ظفر ابنِ متین

مقامِ حسینؑ

حسینؑ رازِ حقیقت، حسینؑ رمزِ حیات
حسینؑ شمعِ ہدایت، حسینؑ راہِ نجات

حسینؑ امن کا پیکر، حسینؑ روحِ جہاد
حسینؑ جہدِ مسلسل، حسینؑ عزمِ ثبات

حسینؑ حُسنِ مجسّم، حسینؑ عشقِ تمام
حسینؑ جذبۂ صادق، حسینؑ سوزِ دوام

حسینؑ حجّتِ یزداں، حسینؑ فخرِ زمن
حسینؑ روحِ رسالت امام ابنِ امام

حسینؑ عظمتِ حیدر، حسینؑ شانِ رسول
حسینؑ روحِ پیمبر، حسینؑ جانِ بتولؑ

حسینؑ حق کا نگہباں، حسینؑ دیں کا امیں
حسینؑ اصلِ حقیقت، حسینؑ اصلِ اصول

حسینؑ مہرِ درخشاں، حسینؑ ماہِ مبیں
سکونِ خاک نشیناں سرورِ اہلِ یقیں

حسینؑ محسنِ اعظم، شہیدِ ظلم و جفا
حسینؑ عظمتِ انساں، حسینؑ حق کے امیں

حسینؑ حق نگر و حق شناس و حق آگاہ
حسینؑ ایک سپاہی، حسینؑ ایک سپاہ

حسینؑ شاہِ شہیداں، حسینؑ ذبحِ عظیم
حسینؑ اشہدُ اَن لا الٰہ الا اللہ

حسینؑ ظلمتِ باطل میں تابناک ضیاء
حسینؑ منزلِ انسانیت کا راہ نما

حسینؑ درد کا عنواں، حسینؑ غم کی کتاب
حسینؑ زخم کا مرہم، حسینؑ دکھ کی دوا

حسینؑ جانِ گلستاں، حسینؑ روحِ بہار
حسینؑ دستِ مشیّت کے بے بہا شہکار

حسینؑ سب کے ہیں پیارے حسینؑ سب کے عزیز
ہر ایک قلب کی دھڑکن ہر ایک لب کی پکار

حسینؑ پیکرِ مظلومیت سلام علیک
حسینؑ محسنِ انسانیت سلام علیک

www.khwajalateefansari.com

غلام شبیر شاہد

لُٹ گئی جن کی ردا اُن پردہ داروں کو سلام

سرزمینِ کربلا کے تاجداروں کو سلام
آسمانِ حُریّت کے چاند تاروں کو سلام

اے حسینؑ ابنِ علیؑ اے پیکرِ حسنِ وفا
کارگاہِ عشق میں اے مشعلِ نورِ خدا
اے دلِ زہراؑ کی ٹھنڈک، اے سکونِ مرتضیٰؑ
مرحبا صد مرحبا اے نورِ عینِ مصطفےٰؐ
تیری فوجِ مختصر کے شہسواروں کو سلام
سرزمینِ کربلا کے تاجداروں کو سلام

دشت میں آلِ نبیؐ کا کوئی بھی یاور نہیں
ہوگئے عباسؑ کے بازو قلم، اکبرؑ نہیں
داورِ محشر بتا کیا اب بھی محشر نہیں؟
سر کھلے ہیں مصطفےٰؐ کی بیٹیاں چادر نہیں
لُٹ گئی جن کی ردا، ان پردہ داروں کو سلام
سرزمینِ کربلا کے تاجداروں کو سلام

یہ حسینؑ ابنِ علیؑ کے خون کا اعجاز تھا
سجدہ گاہِ زندگی ہے ریگِ رازِ کربلا
کربلا کے ذرّے ذرّے سے یہ آتی ہے صدا
کشتگانِ راہِ حق دکھلا گئے راہِ وفا
عظمتِ اسلام کے ان پاسداروں کو سلام
سرزمینِ کربلا کے تاجداروں کو سلام

سیدِ کرب و بلا، زہراؑ کے جانی کو سلام
ہم شبیہِ مصطفےٰؐ کی نوجوانی کو سلام
اصغرِ معصومؑ کی تشنہ دہانی کو سلام
ناصرانِ باوفا کی خوں فشانی کو سلام
گلشنِ توحید کے سب گلعذاروں کو سلام
سرزمینِ کربلا کے تاجداروں کو سلام

گریۂ شبنم سے شاہد راز یہ ہم پہ کھلا
آسماں بھی ہے غمِ شبیرؑ سے درد آشنا
سرخیٔ چشمِ افق ہے داستانِ کربلا
دونوں عالم کے لبوں پہ مستقل ہے یہ صدا
راکبِ دوشِ نبیؐ کے غمگساروں کو سلام
سرزمینِ کربلا کے تاجداروں کو سلام

علامہ نجم آفندی

سلام

جنگ کا دن تھا مصلے پر تھے انصارِ حسینؑ
ٹیک کر تلوار اُٹھا ہر فداکارِ حسینؑ

فہم انسانی سے بالاتر ہے معیارِ حسینؑ
خالقِ عزّت سے پوچھو عزّت کارِ حسینؑ

کردگارِ حسن کی ناز آفرینی دیکھئے
دو امام اور اک پیمبر نازبردارِ حسینؑ

خانۂ حق کی سیہ پوشی ہے اس غم کی گواہ
ابتدائے غم سے کعبہ ہے عزادارِ حسینؑ

دامِ آزادی میں دُنیا مجھ کو لا سکتی نہیں
مَیں گرفتارِ علی ہوں مَیں گرفتارِ حسینؑ

ظہر کو سجدوں میں تھے سر عصر کو نیزوں پہ تھے
روزِ عاشورہ نے دیکھی شانِ انصارِ حسینؑ

چل پڑا ارادۂ خدا پر اک منظم کارواں
جب مجسم ہو گئے احساس و افکارِ حسینؑ

صبح اُٹھ کر سب نے دیکھا اپنا منہ تلواروں میں
کیا مجاہد تھے بہتّر آئینہ دارِ حسینؑ

لے کے آئی عصرِ حاضر تک تولّا کی کشش
وقت نے دیکھی سُنی رفتار و گفتارِ حسینؑ

ڈوبتے سورج سے پوچھا یہ اُبھرتے چاند نے
کب سے ریگِ گرم پر رکھے ہیں رخسارِ حسینؑ

اُن کی نعلینِ مبارک میرے سر آنکھوں پہ نجمؔ
تاجداروں سے ہیں برتر کفش بردارِ حسینؑ

از سید رضا قاسم مختار سیاح ممالک اسلامیہ بہار

المیۂ عظیمہ کربلا کی یادگاریں

منظور ہے گزارش احوال واقعی
اپنا بیان حسن طبیعت نہیں مجھے

گریہ و بکا

کیا غم اور خوشی ہم رتبہ کیفیات ہیں؟ میرا فلسفیانہ مطالعہ اس ضمن میں بدرجہ صفر ہے۔ لیکن جب بھی میں غور کرتا ہوں۔ اور اس غور و فکر کی روشنی میں جب اپنے تجربات کا جائزہ لیتا ہوں تو مجھے اس کلیہ کی صحت پر مطلق یقین نہیں آتا۔ اور میں اس نتیجہ پر پہنچتا ہوں کہ خوشی اور غم قطعاً ہم رتبہ نہیں ہیں۔ اور نہ ان کے اثرات ایک جیسے ہیں۔ غم ایک مستقل حقیقت ہے اور خوشی محض ایک پرچھائیں ہے۔ پس انہیں ہرگز ہموزن حقیقتیں نہیں کہا جا سکتا ہے۔ اس لئے کہ انسانی زندگی پر نہ ان کے اثرات ہموزن ہوتے ہیں۔ نہ ان کا دباؤ ہموزن اور نہ ان کی قدرت و گرفت ہموزن۔ خوشی کا اثر خوشی حاصل ہو جانے کے بعد ختم ہو جاتا ہے۔ اور غم کا اثر غم کے آنے کے بعد شروع ہوتا ہے۔ پس ان دونوں کی زندگیوں میں بہت بڑا فرق ہے۔ خوشی کی حیات بہت ہی مختصر اور غم کی زندگی بہت ہی طویل ہے۔ خوشی رفتنی و گذشتنی ہے۔ غم رفتنی و گذشتنی نہیں ہے۔ لہٰذا دونوں کے اثرات میں بھی بدرجہا فرق ہے۔ غم میں ایک کیفیت جہانگیری ہے اور خوشی کو یہ قدرت حاصل نہیں ہے۔

بقول میر ؎

تھمتے تھمتے تھمیں گے آنسو
رونا ہے یہ ہنسی نہیں ہے

خوشی کا وجود گرچہ غم کو کچھ دیر کے لئے بھلا دیتا ہے مگر ہرگز فنا نہیں کر سکتا ہے۔ پس غم جزو زندگی ہے۔ چنانچہ اس تمہید کے بعد میں اپنے مقصد کی جانب ناظرین کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ زمانے کی بد مذاقی یا عدم توجہی نے غم حسینؑ کی یادگار قائم رکھنے کے متعلق جو غلط فہمیاں پیدا کر دی ہیں۔ ان کی اصلاح اور حقیقت حال کا انکشاف بہ لحاظ افادات عامہ نہایت ضروری ہے۔

پس گزارش ہے کہ سب سے پہلی یادگار جو اس المیۂ عظیمہ کے لئے قائم ہوتی ہے۔ وہ بکا علی الحسین علیہ السلام ہے۔ اس لئے کہ رونا انسانی فطرت میں داخل ہے اور اس کے محسوسات قلبی، جذبات روحانی میں شامل ہیں اور انسان کا یہ پہلا عمل ہے جس کو وہ دنیا میں آتے ہی شروع کر دیتا ہے۔ اور اس ترکیب فطرت کی مناسبت اور ترتیب خلقت کی موزونیت کے سبب ہی قائل

ہیں۔ اور اس بنا پر یہ عقل و ادراک کا مسلّمہ قرار پاچکا ہے۔ کہ فطرت کا کوئی فعل نہ تو بیکار اور ناموزوں ہے۔ اور نہ کسی جہت سے بھی قابل اعتراض ٹھہرایا جاسکتا ہے لقولہٖ ع

وہی دیا کہ مناسب تھا جو جہاں کیلئے

یہ تو قانون فطرت ہی کی بتلائی ہوئی موقع و مقام کی مناسب ضرورت ہے۔ کہ انسان رونے کے وقت روتا ہے۔ اور ہنسنے کے موقع پر ہنستا ہے۔ برخلاف اس کے اب اگر ہم ہنسنے کے مقام پر روئیں اور رونے کے موقع پر ہنسیں تو یہ قانون فطرت کا ہرگز کوئی قصور نہیں بلکہ ہماری عقل و فہم کا فتور ہوگا!

پس جبکہ رونا فعل فطرت ثابت ہوچکا ہے تو پھر ہرگز ممنوع نہیں ہوسکتا ہے۔ اس لئے کہ ابتدائے آفرینش سے لے کر آج تک دُنیا میں نہ کبھی اس فعلِ فطرت کو ترک کیا گیا اور نہ کبھی منع کیا گیا اور جہاں تک انسان کے اس جذبات فطری اور واردات قلبی کی حقیقت تلاش کی جاتی ہے۔ تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ تضرّع وزاری یا گریہ و بکا انسان کی تواضع اور انکساری کی مخصوص علامتیں ہیں۔ جو کہ بہترین اخلاقیات ہیں۔ نیز یہ وہ عملیاتِ انسانی ہیں جن کو حق سبحانہٗ تعالیٰ نے ہمیشہ بہ نظر استحسان دیکھا ہے اور ان کو لائق تعریف قرار دیا ہے اور اپنے اس شرف قبولیت اور اجابت میں پروردگارِ عالم نے مسلم یا غیر مسلم کی بھی کوئی شرط امتیازی قائم نہیں کی ہے۔

چنانچہ حکم خداوندی "تھوڑا ہنسو اور بہت رویا کرو" میں بھی ہمارے لئے اخلاقی اور روحانی ہدایتیں جمع کردی گئی ہیں۔ جو کہ یہ سمجھنے کے لئے کافی ہیں۔ کہ اگر رونا فعل مستحسن نہ ہوتا تو اس کی کثرتِ عمل کا حکم نہ دیا جاتا! اور اسی وجہ سے جملہ مقربین و مخلصین پروردگار عالم نے اس فعل کو اپنا شعار عمل بنایا اور اس میں بھی کسی کو کلام نہیں ہوسکتا ہے۔ کہ مقربان ایزدی اور مخلصان الٰہی کے مقدّس طبقوں میں انبیاء و مرسلین سلام اللہ علیہم اجمعین سب سے مقدم، افضل و اکمل ثابت ہوتے ہیں اور بہ اعتبار فطرت صالحہ و خلقت کاملہ ان بزرگوں کے جملہ عملیات ہمارے لئے بہترین دستورالعمل قرار دیے گئے ہیں۔

پس ان کے مقدّس حالات و واقعات ملاحظہ فرمائیے اور تلاش کیجئے تو آپ کو معلوم ہوجائے گا۔ کہ یہی گریہ و بکا ایک طرف تو ان کا مخصوص جذبہ روحانی بن کر اور ان کے قلوب نورانی میں خشیۃ اللہ پیدا کرکے ان کے لئے قربت پروردگار عالم کا ذریعہ اور استجابت دعاء کا وسیلہ قرار پاتا ہے۔ تو دوسری طرف ان کے مصائب و شدائد دنیاوی کے مواقع پر ان کی فطرت انسانی کے اظہار تاثرات کا مقتضا اور رقت قلب و افراط رحمت کا عین مدعا ثابت ہوتا ہے۔

ہم انبیاء و مرسلین کے طرزِ عمل میں گریہ و بکا کے اُس صنف خاص کو نہیں بیان کریں گے۔ جو حصولِ قربت الٰہی کے لئے تضرّع وزاری کے مخصوص نام سے موسوم ہے اس لئے کہ صنف گریہ ہمارے موضوع بیان سے علیحدہ ہے ہم ان بزرگواروں کے اُسی گریہ و بکا کو بیان کریں گے جو کہ مصائب و شدائد اور غم و الم کے موقعوں پر ظاہر ہو کر ان کی فطرت انسانی کا لازمہ اور انما بشر مثلکم کی حقیقت کا اصل مدعا ثابت ہوا ہے۔ اس لئے کہ

اُسی سے ہم کو روکا جاتا ہے۔ اور یہی ہمارا موضوع قرار پاتا ہے۔

حالات اور واقعات صاف صاف بتلا رہے ہیں کہ حضرات انبیاء و مرسلین بھی اپنے آلام و مصائب کے اثرات سے ہماری ہی طرح کم و بیش ضرور ہی محزون و ملول اور گریاں و اشکبار ہوتے ہیں۔ اور کیونکہ نہ ہوتے۔ اس لئے کہ وہ پہلے بشر تھے پھر خیر البشر۔ دل اور دل میں اثر رکھتے تھے۔ پس خوشی و غم اور رنج و الم سے متاثر ہونا ان کا فطری جذبہ تھا جس سے کوئی بھی ان کو روک نہ سکتا تھا۔

حضرت آدم علی انبیا علیہ السلام زمین پر آتے ہی نعمہائے بہشت کی فرقت میں روئے۔ اسی بنا پر دُنیا میں آتے ہی رونا ان کی نسل میں موروثی اور دائمی دستور قائم ہوگیا۔ اور ان کی یہ تقلید دنا سی آج تک جاری ہے چنانچہ کتاب روضتہ الاحباب جلد اوّل مطبوعہ لکھنؤ کے صفحات ۲۲ پر مرقوم ہے کہ:۔

"ابن عباس گوید کہ آدم و حوا دویست سال می گریستند جہت فوت نعیم بہشت و چہل روز آب و طعام نخوردند۔" (ابن عباس کہتے ہیں کہ آدم و حوا چالیس سال تک بہشت کی نعمتوں کے فراق میں روتے رہے۔ اور چالیس دنوں تک کھانا پینا ترک کر دیا۔

لوگ کہیں گے کہ یہ تو آسمان کے اوپر کی باتیں تھیں، جن سے متاثر ہو کر حضرت آدم نے گریہ فرمایا۔ ہم تو زمین کی واردات سے متاثر ہو کر ان کی گریہ وزاری اور اشکباری کے واقعات چاہتے ہیں تو گزارش ہے کہ اُسی کتاب روضتہ الاحباب کے دوسرے صفحہ ۲۳ پر یہ عبارت ملاحظہ فرمائیے کہ:۔

"چوں قابیل ہابیل را کشت، آدم بگریہ آمد و بزبان سُریانی مرثیہ او نوشت بطریق نثر و باشیث وصیت نمود کہ ایں کلام را یاد بگیرد و بمردمان بر سال تا متوارث شوند و مردم چوں بشنوند رقت کنند۔" (جب قابیل نے ہابیل کو مار ڈالا تو آدم روئے اور زبان سُریانی نثر کے طریق پر اُس کا مرثیہ لکھا اور شیث کو وصیت کی کہ اُس کلام کو یاد کر لو۔ لوگوں کو سناؤ تاکہ آئندہ نسلوں میں اس کا رواج قائم رہ جائے اور لوگ اس کو سُن کر رو دیا کریں)

یہ عبارت تو ہمارے سارے رسوم عزاداری کے جواز، اس کی قدامت اور اس کی صحت پر کافی روشنی ڈالتی ہے۔ اور جس نے ثابت کر دیا کہ ہمارا گریہ و بکا، مرثیہ کہنا مرثیہ سننا اور سنانا (خصوصاً نثر میں) یا سنا کر رلانا یہ جملہ اعمال و مراسم حضرت آدم کے طرزِ عمل کے سراسر حضرت آدم کے طرزِ عمل کے سراسر مطابق ہے۔ اور اس کی قدامت اور مداومت کا سلسلہ اتنا قدیم ہے کہ ہبوطِ آدم سے لے کر اس وقت تک مسلسل و متواتر طریقہ سے برابر جاری اور قائم ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کا نام ہی نوحہ سے مشتق ہے۔ اور آپ کی آہ و زاری اور نالہ و بیقراری اس درجہ بڑھی ہوئی تھی کہ آپ کا لقب ہی نوح

www.khwajataeeransari.com Rekhta

یعنی توجہ کنندہ پڑ گیا اور یہ لقب اس قدر مشہور ہوا کہ آپ کا اصلی نام جو کہ عبدالملک تھا۔ وہ مفقود ہو کر نوح ہی رہ گیا اور جملہ صحائف آسمانی میں بھی اسی شہرت کی بنا پر نوحؑ ہی کے مشہور لقب سے آپ کا ذکر کیا گیا ہے۔ چنانچہ نافرمان اور گنہگار بیٹے کے درد اور اس کے ڈوب جانے اور مر جانے کے خدشہ سے بے چین ہو کر خدا کو پکار اٹھے کہ:۔

"پروردگار! میرا بیٹا بھی میرے اہل و عیال میں داخل ہے اور تو نے جو میرے اہل و عیال کو نجات دینے کا وعدہ فرمایا تھا یقیناً سچا ہے۔ اور تو سب حاکموں سے بڑا حاکم ہے۔"

حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی گریہ وزاری کی نسبت توریت کے باب ۲۳ میں مرقوم ہے کہ:۔

"سارا کی عمر ایک سو ستائیس سال کی تھی اور ان کی زندگی اتنی ہی برس کی تھی کہ وہ قریتہ الاربع میں مر گئیں۔ تب ابراہیمؑ سارا کے لئے ماتم کرنے اور ان پر رونے کے لئے جبرون سے آئے جو کہ کنعان میں ہے۔"

حضرت یعقوب علیہ السلام کا اپنے فرزند یوسف کے فراق میں گریہ و بکا کے متعلق مرقوم ہے کہ:۔

"یعقوب نے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالے اور ٹاٹ اپنے کمر پر ڈالا اور بہت دنوں تک اپنے بیٹے کے لئے غم کیا۔ ان کے بیٹے اور بیٹیاں ان کو تسلی دینے کے لئے اٹھیں مگر وہ تسلی پذیر نہ ہوا اور بولے کہ میں اپنے بیٹے پر روتا ہوا قبر میں اتروں گا"

حضرت ہارونؑ کی وفات کے ضمن میں مندرج ہے کہ

"جب ساری جماعت نے دیکھا کہ ہارونؑ نے وفات پائی تو بنی اسرائیل کا گھرانا تیس ۳۰ دنوں تک روتا رہا۔"

حضرت موسیٰ علیٰ نبینا علیہ السلام کے بارے میں تحریر ہے کہ:۔

"بنی اسرائیل موآب کے میدانوں میں موسیٰ کے لئے تیس دنوں تک رویا کئے اور ان کے رونے پیٹنے کے دن موسیٰ کے لئے آخر ہوئے۔"

یہاں تک تو ناچیز راقم السطور نے اپنے سلسلۂ بیان میں انبیائے سابقین کی سیرتِ مقدسہ سے مصائب و شدائد اور غم و الم کے موقعوں پر ہماری طرح رونا اور گریہ و بکا کرنا متواتر واقعات کے ضمن میں بیان کر دیا ہے۔ اور اب سلسلہ بیان میں انبیائے سابقین کی سیرتِ مقدسہ سے مصائب و شدائد اور غم و الم کے موقعوں پر ہماری طرح رونا اور گریہ و بکا کرنا متواتر واقعات کے ضمن میں بیان کر دیا ہے۔ اور اب سلسلہ بیان کو قائم رکھتے ہوئے حضرت ختم الانبیا صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کا بھی گریہ فرمانا ہدیہ ناظرین کرتا ہے ملاحظہ ہوں کتب غنیۃ الطالبین تصنیف شیخ الشیوخ پیر دستگیر حضرتِ غوث الاعظم عبدالقادر جیلانی صفحات ۶۸۳، صواعق محرقہ صفحات ۱۱۵، مسند امام احمد ابن حنبل جلد اول صفحات ۵۸ اور مشکوٰۃ شریف صفحات ۴۴۸

(باقی آئندہ)

www.khwajadatefansari.com RekhtaDownload.com

شائقین مفت طلب کریں

ایک بلند پایہ تبلیغی کتابچہ "دین القیم" بزبان عربی مصنفہ سرکار سید العلماء الحاج علامہ سید علی نقی النقوی مجتہد العصر علی گڑھ یونیورسٹی شائقین حضرات خصوصاً دینی مدارس کے طلبا جس قدر کاپیاں درکار ہوں مفت طلب کر سکتے ہیں۔ صرف ڈاک خرچ کے لئے ڈاک ٹکٹ ارسال فرمادیں۔ اگر استطاعت نہ ہو تو یہ خرچہ بھی مشن برداشت کرے گا۔

مکتبہ امامیہ کی کتب پر رعایت

امامیہ مشن کے ممبران چندہ دہندگان کو امامیہ مشن کے ذیلی شعبہ "مکتبہ امامیہ" کی طرف سے شائع ہونے والی کتب پر ۲۰ فیصد رعایت دی جاتی ہے۔ کچھ بھولے بادشاہ غلط فہمی میں مبتلا ہو کر اصرار فرماتے ہیں۔ کہ ہر کتاب جو ہم بازار سے خرید کر سپلائی کرتے ہیں۔ اس پر بھی یہ رعایت دیں۔ واضح رہے کہ مکتبہ امامیہ کے علاوہ کسی مکتبہ کی کتاب پر اس رعایت کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ غور فرمائیے صرف پانچ روپے سالانہ کے بدل میں ماہنامہ پیام عمل اور مکتبہ کی ضخیم کتب (جس کی قیمت ایک سے دس روپے تک اور مجموعی قیمت ۶۰ روپے ہے) پر ۲۰ فیصدی کمیشن کے علاوہ تقسیم کیلئے ۱۰۸ کتابچوں پر پچاس فی صدی رعایت اس شدید گرانی کے دور میں کیا یہ حیرت انگیز "لوٹ نما" رعایت نہیں جس کو برداشت کرنا صرف امامیہ مشن کی ہمت مردانہ ہے۔ کیونکہ اس ملک گیر ادارہ کا مشن تبلیغ اور صرف تبلیغ ہے۔ یہ خسارہ دوسرے ذرائع مثل عطیات اور سہم امام ال خمس سے پوری کی جاتی ہے۔ جس کی پشت پناہی کے لئے حجت الاسلام سرکار شریعتمدار اعلم زمانہ مرجع شیعت سید محسن الحکیم طباطبائی مدظلہ العالی کا اجازہ موجود ہے جس کے لئے ملت جعفریہ پاکستانیہ سرکار کی انتہائی سپاس گزار ہیں۔

تبلیغی کتابچوں کی قیمت

مسلّمہ اہل فکر و قلم کی وسیع نگارشات کے حامل امامیہ مشن سے شائع ہونے والے مختلف اہم موضوعات پر تبلیغی کتابچوں کی گیٹ اپ ستھری ٹائٹل رنگین اور قیمت صرف ایک نیا پیسہ فی صفحہ اس کے باوجود مجلس و جلوس میں مفت تقسیم کے لئے صرف نصف قیمت ——— پھر بھی اگر آپ اپنے ماحول میں تبلیغ کی کوشش نہ فرمادیں۔ تو کیا یہ ہولناک کوتاہی نہیں۔ سوچئے۔ پھر سوچئے۔ ہمت کیجئے۔ اور اپنے ہاں سے جو کچھ بھی ہو سکے چندہ جمع کر کے یہ لٹریچر منگایئے اور تبلیغ کے فریضہ ملی سے سبکدوش ہو کر اجر جزیل کے حقدار بنیئے۔ روز فردا اگر آپ سے سوال ہو کہ اللہ کے دین کو پھیلانے میں آپ نے کیا کیا تو پھر کیا جواب ہوگا۔

(ناظم ادارہ امامیہ مشن پاکستان لاہور)

ضرورت ہے

امامیہ گرلز مڈل سکول ماڑی خورد کے لئے ایسی پابند صوم و صلوٰۃ شیعہ معلّمہ کی ضرورت ہے۔ جو میٹرک، جے وی یا صرف میٹرک پاس ہونے کے علاوہ مسائل شرعیہ۔ طہارت۔ نماز۔ روزہ۔ وغیرہ ابتدائی دینیات کی تربیت دے سکے۔ درخواست کے ساتھ نقول سندات و تجربہ کے ساتھ ساتھ کم سے کم قابلِ قبول تنخواہ لکھیں۔ خوراک اور باپردہ رہائش مفت ہوگا۔ یہ جگہ لاہور تا فاروق والا ٹن پر ریلوے اسٹیشن ہنتہ سوجا سے ایک میل دُور بر لب سڑک واقع ہے سواری کا انتظام بھی معقول ہے۔ لاہور سے کرایہ ریل صرف ایک روپیہ چار آنے ہے۔ درخواستیں مفصّلہ ذیل پتہ پر آنی چاہئیں

(۱) سیّد اقبال حسین شاہ رضوی ناظم اعلیٰ دار التبلیغ امامیہ ماڑی خورد ڈاکخانہ خاص تحصیل فیروز والہ ضلع شیخو پورہ

(۲) سید حسن علی شاہ کاظمی آفس سیکرٹری امامیہ مشن لاہور پوسٹ بکس ۸۵ ۲م

ذخیرۃ المجالس

درگاہ نجف الہند جوگی پورہ ضلع بجنور کے سالانہ جلسوں میں ملک کے بڑے بڑے مشہور علماء قبلہ و کعبہ جناب مولانا کلب حسین صاحب کبن مجتہد لکھنؤ و جناب مولانا علی نقی صاحب قبلہ نقن مجتہد لکھنؤ وغیرہ کی ہزاروں کے مجمع میں پڑھی ہوئی مقبول مجلسیں جن میں اگر منبری حضرات بھی پڑھیں گے تو داد پائیں گے اور شائقین حضرات مطالعہ فرمائیں گے تو محسوس کریں گے کہ بیٹھے ہوئے علمائے کرام سے مجلس سن رہے ہیں۔ تعداد مجالس ۴۲، ضخامت کتاب ۴۴۴ صفحات، طباعت عمدہ کیمیکل کاغذ پر۔ ٹائیٹل کور عمدہ موٹا کاغذ بلاک پرنٹڈ، قیمت ۲٫۲۵ روپے

ملنے کا پتہ:۔ سید اعجاز محمد۔ نذر محمد بلڈنگ۔ پرانی مسجد روڈ دسن پورہ۔ لاہور

اعلان خاص :۔ جملہ ممبران چندہ دہندگان مطلع رہیں

اب تک دفتر امامیہ مشن کا طریق کار یہ رہا ہے۔ کہ تمام رقومات وصول ہونے پر مطبوعہ رسیدات جاری کی جاتی تھیں۔ اگرچہ یہ طریقہ قاعدہ کی رُو سے درست تھا۔ لیکن اس میں اکثر ہوتا رہا ہے کہ رسیدات ڈاک میں گم ہو گئیں۔ اور اس طرح خط و کتابت کا یہ سلسلہ جاری ہو گیا۔ اس لئے اب یہ طے پایا ہے کہ آئندہ ماہ اپریل ۱۹۶۸ء سے ممبران خصوصی و معاونین خصوصی کے سالانہ چندہ جات کی وصولی کا اعلان بذریعہ ماہنامہ "پیام عمل" ہوا کرے گا۔ اس طرح سے مشن بھی زیر باری سے بچ جائیگا۔ اور سب حضرات مطمئن بھی ہو جائیں گے۔ البتہ اگر کوئی صاحب لازماً مطبوعہ رسید ہی طلب فرمانا ضروری سمجھیں تو رقم بھیجتے وقت منی آرڈر کوپن پر اس امر کی وضاحت فرما دیا کریں۔ تو اس کی تعمیل کر دی جائے گی۔ ماسوائے ممبران خصوصی و معاونین خصوصی کے باقی تمام وصول شدہ رقومات کی رسیدات حسب سابق جاری کی جایا کریں گی۔ والسّلام

مینیجنگ ٹرسٹی امامیہ مشن پاک نگر (بھارت نگر) لاہور

شیخ محمد انور پبلشر نے باہتمام ملک نور الٰہی پرنٹر تعلیمی پریس لاہور سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ پیام عمل پاک نگر اکرم روڈ لاہور سے شائع کیا۔

تاریخِ اسلام کے وِرثہ میں شاندار اضافہ

تاریخِ اِسلام حِصّہ دوم

دُنیائے اِسلام کے مایۂ ناز محقق و مُفکّر

سرکار سیّد العلماء الحاج مولانا سیّد علی نقی النقوی مجتہد العصر و الزمان

کا تازہ شاہکار

جس میں ہجرت کے بعد کے ابتدائی حالات اختصار و جامعیت کے ساتھ منصّۂ شہود پر لائے گئے ہیں۔

- دُنیائے اسلام میں اوّلین خطبہ جمعہ۔
- دُنیا میں بین الاقوامی معاہدہ کا پہلا دستور۔
- جنگِ بدر کے سلسلہ میں بعض گمراہ کُن افسانوں کا جائزہ۔
- سامراجی عیسائیوں کی خوشنودی کے لئے مسلمان مورخین کے پیغمبرِ اسلام پر الزامات اور قرآن کی روشنی میں ان الزامات کی تردید۔
- یہ کتاب مستشرقین محققین تاریخ و سیاست کے علماء و طلبہ کیلئے عمدہ تحفہ ہے۔
- اوس و خزرج کی خونخوار نزاع کی جاں نثار اخوت میں تبدیلی
- قائدِ بنی نجار کے تقرر پر طرزِ جمہوریت کی تردید۔
- قرآن و سُنت کی روشنی میں اسلام کا حقیقی نظام جہاد اور جنگ کے قرآنی شرائط۔
- سابقین الاوّلین صحابہ جو جنگِ بدر کے ۳۱۳ مجاہدین میں شامل تھے ان میں کھوٹے سکے موجود تھے جو جہنم کا ایندھن بنے۔ ان میں سے دو

کاغذ سفید، طباعت دیدہ زیب، ضخامت ۴۰۸ صفحات، جلد مضبوط، رنگین گرد پوش، قیمت دو روپے پچھتر پیسے صرف

مکتبہ امامیہ (امامیہ مشن لاہور) کی دیگر کتابیں جن پر ممبران مشن کو بیس فیصد رعایت ملتی ہے۔ حسب ذیل ہیں:

ترغیب الصلوٰۃ	-/۵۰	دعائے روز عرفہ	-/۵۰	تعزیہ و قبور	۱/-	محمد بن ابی بکر	۱/-
دینیات حصہ اوّل	۱/۱۲	دینیات حصہ دوم	۱/۲۵	رہنمائے حجاج	۱/۵۰	مجالس الشیعہ	[illegible]/-
اعتقادیہ شیخ صدوقؒ	۲/-	اثبات پردہ	۲/-	رہنمایانِ اسلام	۲/-	تاریخِ اسلام حصہ اوّل	[illegible]/-
زندگی کا حکیمانہ تصور	۲/۲۵	اسوۂ حسینی	۲/۲۵	متعہ اور اسلام	۳/-	کربلا کی شیردل خاتون	[illegible]/-
شہید اعظم	۳/-	دین و اسلام	۲/۲۵	فتح مبین	۴/-	دینِ حق	[illegible]/۵۰
مجاز التنزیل قسم دوم	۲/۵۰	تاریخ حسن مجتبیٰؑ	۸/-	الغفاری	۵/۵۰	خلافت و امامت	[illegible]/-
		حضرت امام حسینؑ شہید	۲/۷۵				

پاکستان میں علوم محمد و آلِ محمد علیہم السلام کی سب سے بڑی نشرگاہ

امامیہ مشن پاکستان ٹرسٹ (رجسٹرڈ)

پاک نگر۔ اکرم روڈ۔ لاہور۔ پوسٹ بکس ۴۸۵

سراج محمدی پریس ۳/۷ سرکلر روڈ لاہور میں چھپا۔